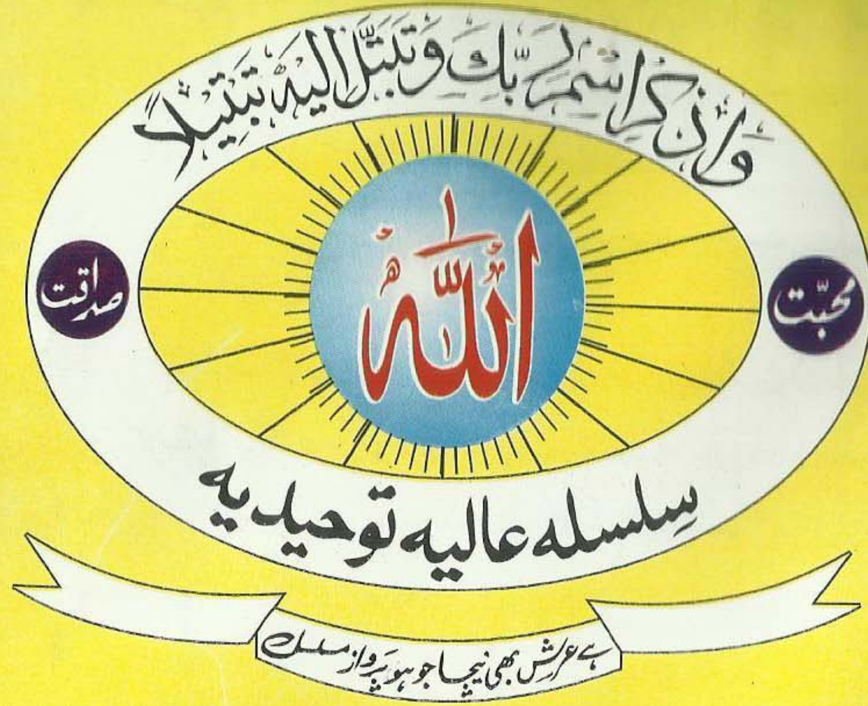
جلد 15 شمارہ 8 اگست 2013ء رمضان/شوال 1434ھ



ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض ومقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف وکرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب وعرفان اور اس کی رضا ولقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد وبغض، تجسّس وغیبت اور ہوا وہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم ورضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل وعیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح وخدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت
گوجرانوالہ



عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلہ
فلاحِ آدمیت

نگران و سرپرست اعلیٰ: محمد یعقوب توحیدی شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

مدیر: احمد رضا خان 0321-6400942

نائب مدیر: سید رحمت اللہ توحیدی 0333-4552212

معاون مدیر: خالد محمود توحیدی 0300-7374750

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سکینڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph: 0344-9000042/055-3862835/055-4005431
فیکس نمبر: +92-55-3736841 ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے  سالانہ فنڈ -/300 روپے

﴿اگست 2013 کے شمارے میں﴾

انتقال پُر ملال

ہمارے ہادی ومرشد شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب

مورخہ 07 جولائی 2013ءکواس دارفانی سے

رحلت فرما گئے اور اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون ٥ اللہ تعالیٰ آپؒ کو

جوارِ رحمت میں مقامات عالیہ عطا فرمائے۔

قارئین کرام اور سلسلہ سے منسلک بھائیوں سے التماس ہے کہ وہ انفرادی واجتماعی سطح پر اپنے محبوب روحانی رہنما کے درجات کی بلندی کیلئے دعا فرمائیں۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ مرکز تعمیر ملت گوجرانوالا

دل کی بات

وہ اللہ ہی ہے جس کا حکم ہر حاضر و غائب پر چلتا ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے حکم کا پابند اور اس کے حضور سرنگوں ہے۔ مشیتِ الٰہی سے انکار نہیں ہو سکتا۔ حکم ربی صادر ہو کر رہتا ہے۔ انسانی جذبات و احساسات خواہ کچھ بھی ہوں، وہ اللہ بے پرواہ اور قادرِ مطلق ہے۔ اس کے فیصلے اٹل اور ناگزیر ہیں۔ ہمارے ہادی و محسن اور انتہائی مہربان مرشد شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ باباجان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ گزشتہ ماہ 07-07-2013 کو اپنے رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے ہیں انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ کی اچانک جدائی کا صدمہ ایسا جانکاہ ہے کہ اس کے اثرات ابھی تک ختم ہونے میں نہیں آ رہے اور شاید انہیں ختم ہونے میں ایک عرصہ لگے۔ ان حالات میں نبی اکرم ﷺ کے یارِ غار اور ہمارے اوّلین مرشد سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے الفاظ نے دلوں کی ڈھارس بندھائی اور اللہ کی طرف رجوع کا باعث بنے۔ رحمتِ مجسم ﷺ کے انتقال پر جب اصحابؓ شدتِ غم سے بے حال تھے۔ اور عمر فاروقؓ جیسے جواں مرد بھی ہوش کھو بیٹھے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لوگوں سے یوں خطاب فرمایا "تم میں سے جو شخص محمد ﷺ کی پوجا کرتا تھا تو وہ جان لے کہ محمد ﷺ کی موت واقع ہو چکی ہے اور جو شخص اللہ کو پوجتا تھا تو یقیناً اللہ زندہ ہے۔" اور قرآن کریم کی سورت آلِ عمران کی آیت نمبر 144 تلاوت فرمائی۔ "وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم ومن ینقلب علیٰ عقبیہ فلن یضراللہ شیئاوسیجزی اللہ الشکرین" ترجمہ: "نہیں ہیں محمد ﷺ مگر ایک رسول، ان سے پہلے بھی کئی رسول گزر چکے ہیں۔ اگر وہ قتل کر دیے جائیں یا ان کو موت آ جائے تو کیا تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔ اور جو شخص اپنی ایڑی کے بل پلٹ جائے تو (یاد رکھے کہ) وہ اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اور اللہ شکر کرنے والوں کو عنقریب بہترین جزاء دے گا"۔ حضرت کے اس خطاب کو سن کر تمام اصحاب کرام کو یقین آ گیا کہ واقعی آپ ﷺ رحلت فرما چکے ہیں۔

قبلہ ڈار صاحب کی پوری زندگی (2-7-1935 تا 7-7-2013) کا جائزہ لیا جائے تو سب سے بنیادی بات جو نظر آتی ہے، وہ ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت اور تبلیغ دین کے لیے مسلسل کوشش، ایسی کوشش جس میں اکتاہٹ اور تھکاوٹ کا شائبہ تک نہیں۔ آپ نے 26-04-1991 میں سلسلہ توحیدیہ کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد واقعتاً تنکا تنکا اکٹھا کیا اور سلسلہ توحیدیہ میں ایک بار پھر روحانی اور مادی اعتبار سے وہی روح پھونکی جو بانیِ سلسلہ کے دور میں پائی جاتی تھی۔ آپ نے اپنے عمل سے یہ ثابت کیا کہ آپ قبلہ انصاری صاحبؒ کے سچے اور وفادار پیروکار ہیں۔ مادی وسائل کی عدم دستیابی کے باوجود ''مرکز تعمیر ملت'' کی تعمیر، سلسلے کی تعلیمات کے فروغ کے لیے ماہنامہ مجلّہ کا اجراء، ''مقصود حیات'' اور ''فرمودات فقیر'' جیسی بے مثل کتب جن کا نعم البدل شاید سلسلے کی تاریخ میں کبھی نہ آپائے۔ کئی شہروں میں نئے حلقہ جات کا قیام، توحیدیوں کی قلبی، ذہنی و روحانی تربیت کے لیے ہر حلقہ سے مسلسل رابطہ، تنظیمی پروگرامات میں تسلسل اور سلسلہ توحیدیہ کے تنظیمی معاملات میں اعلیٰ پائے کا نظم وضبط جہاں آپ کے خلوص، حسن انتظام اور محبت کا آئینہ دار ہے وہیں اس بات کی بھی واضح دلیل ہے کہ آپ کو اللہ ربّ العزت کی خاص تائید ونصرت اور اپنے مرشد کی مکمل رہنمائی حاصل تھی۔ آپ نے سلسلہ توحیدیہ اور توحیدیوں کو دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ فوقیت دی اور اپنی آخری سانس تک اللہ اور اپنے مرشد سے کی ہوئی Commitment کو پورا کرتے رہے۔

قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کی رحلت کے بعد بحیثیت توحیدی ہمارا امتحان شروع ہو چکا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے وعدے اور قبلہ ڈار صاحب کی محبت کا حق کس طرح ادا کرتے ہیں۔ قرآن کریم کے بقول ''الٹے قدموں پھر جاتے ہیں'' یا پھر میدان عمل میں اتر کر اپنے مرشد کی سنت کا اعادہ کرتے اور قیامت میں ان کی سنگت اور اللہ کی بخشش سے مستفید ہوتے ہیں۔ قبلہ محمد یعقوب خان صاحب (جن کو باباجان ڈار صاحب نے اپنی زندگی میں ہی نامزد کر دیا تھا) سلسلہ توحیدیہ کے شیخ کی ذمہ داریاں بخوبی سنبھال چکے ہیں۔ اور عید الفطر کے بعد ''مرکز تعمیر

ملت'' پر باقاعدہ تشریف لے آئیں گے۔

سلسلے کے قانون کے مطابق ہر توحیدی کو آپ کے ہاتھ پر تجدید بیعت کرنی ہے۔ ہر خادم حلقہ کو بیعت نامے اور متعلقہ شہر کے بھائیوں کی فہرست ارسال کی جا چکی ہے جو جلد از جلد مکمل ہو کر واپس پہنچ جانی چاہیے۔ جن شہروں میں حلقہ جات قائم نہیں ہیں اور بھائیوں کو بیعت فارم نہیں پہنچے وہ معاون مدیر خالد محمود بخاری صاحب (0300-7374750) سے رابطہ کر کے اپنا بیعت فارم منگوائیں۔ تمام بھائی طریقت توحیدیہ کا مطالعہ کریں اور اس میں لکھے ہوئے طریقے کے مطابق روزانہ اور ہفتہ وار مجالس ذکر میں روحانی توجہ اپنے موجودہ شیخ بابا جان محمد یعقوب خان سے لیں اور ایصال ثواب کے لیے قبلہ عبدالحکیم انصاری، رسالدار محمد حنیف خان اور صاحبزادہ عبدالہادی انصاری کا نام لیں جیسا کہ طریقت توحیدیہ میں مذکور ہے۔ اس کے علاوہ جو بھائی انفرادی طور پر محمد صدیق ڈار صاحبؒ یا دوسرے بزرگان کی ارواح کو ایصال ثواب کرنا یا ان سے توجہ لینا چاہتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

آئندہ ماہ ستمبر کا مجلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحبؒ پر **خاص نمبر** ہوگا جس میں بابا جان کی یادوں، آپؒ کی مجالس کا احوال آپ کے خطوط اور ایسی تمام باتوں کو شامل کیا جائے گا جس کا تعلق آپ کی ذات سے ہے۔ اس ضمن میں ہر بھائی کو دعوت ہے کہ وہ اس خاص نمبر میں اپنا حصہ ضرور ڈالے اور قبلہ ڈار صاحب کے حوالے سے یادوں، خطوط، تصاویر اور جو کچھ بھی اس کے پاس ہے آنے والی نسلوں کی امانت سمجھ کر سپرد قلم کرے اور ہمیں ارسال کرے اگر لکھنے میں دقت ہے تو مجلّہ کے ذمہ داران سے رابطہ کر کے زبانی ہی بتا دے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں رمضان المبارک کی بابرکت ساعتوں کے صدقے اپنے پیاروں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ اور جنت میں ان کی سنگت نصیب فرمائے۔ آمین

والسلام

احمد رضا خان (مدیر)

درس قرآن

سید قطب شہید سورۃ الزاریات آیت 21-20

وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَo وَ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَo

ترجمہ: اور زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں ، یقین کرنے والوں کیلئے۔
اور تمہاری جانوں میں بھی ، کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟

اربابِ یقین اور اہل بصیرت کیلئے دلائل قدرت

یہ زمینی کرّہ جس پر ہم زندگی گزار رہے ہیں، یہ اللہ کی عظیم آیات اور اسکی عجیب وغریب صنعتوں کا مقام ہے اور اس قسم کی ایک عظیم نمائش خود انسان کے اندر بھی موجود ہے یعنی انسانی نفس، جس میں ایک چھوٹے پیمانے پر ساری کائنات کے وجود کے اسرار پوشیدہ ہیں۔

زمین کے مختلف مشاہد و مناظر

زمین پر جہاں جائیں اور جس طرف دیکھیں بے شمار مناظر اور مشاہد نظر آتے ہیں، مثلاً نشیب وفراز، ٹیلے، ریگستان، وادیاں، پہاڑ، دریا، نہریں جنگل، صحرا، سمندر، میدان، بنجر زمین، زرخیز زمین، باغ، سایہ دار درخت، جھاڑیاں وغیرہ وغیرہ اور ان سب چیزوں پر جو موسمی اثرات وارد ہوتے ہیں، سورج کی کرنوں اور ہواؤں سے جو ان کا رنگ بدلتا ہے۔ زمین پر خشکی اور تری میں، گرمی اور سردی میں، برسات اور شدت گرما میں تبدیلیاں وارد ہوتی ہیں، اور بہت سی نشانیاں جو کائنات میں ہر سو بکھری ہوئی ہیں ان سب میں انسانوں کیلئے بے شمار عبرت اور نصیحت کے سامان موجود ہیں۔ ان سب میں قدر مشترک کے طور پر جو چیز پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ سب چیزیں انسان کے کے فائدے کیلئے بنائی گئی ہیں ان میں ایک نظم ونسق پایا جاتا ہے۔

تخلیق کے عجائب کا ادراک صرف قلبِ مومن کرسکتا ہے

ان عجائبات کا ادراک اوران میں سیر وسفر صرف وہ دل کرسکتا ہے جو یقین واطمینان کی دولت سے مالامال ہو۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ زمین میں اہل یقین کیلئے نشانیاں ہیں۔ دل کو بیدار کرنا اور مردہ دل کو زندگی بخشنا صرف ایمان کی تاثیر کا کام ہے۔پُر یقین دل جب زمین کے مشاہدہ ومناظر کو دیکھتا ہے تو اس میں پوشیدہ اسرار اور بھید کھلتے ہیں اگر یقین کی روشنی نہ ہوتو یہ سب مناظر مُردہ ہیں جامد ہیں۔جب ہم دل کی آنکھ بند کرکے اللہ تعالیٰ کے ان عجائبات کی نمائش گاہ سے گزر جاتے ہیں،ان کی زندگی کو محسوس نہیں کرتے،یقین کی لمس نے ان کے دلوں کو زندہ نہیں کیا۔حقیقت ان کے قلوب سے پوشیدہ رہتی ہے۔حقیقتِ وجود کیلئے دلوں کو کھولنے کی کنجی فقط ایمان ہے۔نُورِ حقیقت صرف نورِ یقین سے نظر آتا ہے۔

تمہارے نفوس میں بھی آیاتِ خداوندی موجود ہیں

اللہ تعالیٰ کی اس زمین پر انسانی مخلوق ہی سب سے بڑا عجوبہ ہے۔مگر انسان خود اس حقیقت سے آشنا نہیں ہے،اور اسے نہیں معلوم کہ اس کے اندر کیا اسرار پوشیدہ ہیں۔انسان کا اپنا وجود اور اس کے اندر کی مشینری کائنات اصغر ہے اور اس میں جو نشانیاں ہیں وہ کائنات اکبر کی نشانیوں سے کسی طرح کم نہیں۔انسان کا جسم اپنی جسمانی تکوین میں ایک عجوبہ۔اپنی باطنی اور روحانی تکوین وترکیب میں بھی ایک عجوبہ ہے۔انسان جوں جوں اپنے نفس کے اسرار پر غور کریگا اس کی حیرت بڑھتی جائے گی۔مثلاً انسان کا معدہ ایک چکی کی طرح دن رات کام میں لگا رہتا ہے جو غذا کو پیس کر ایک ملغوبہ تیار کرنے میں مصروف رہتا ہے جب فارغ ہو جائے تو اور غذا طلب کرتا ہے جسے بھوک کہتے ہیں اس طرح نظام ہضم،چوسنے کا عمل،سانس لینے اور رجلنے کا عمل،دل

میں اور رگوں میں دوران خون کا عمل، عصباتی ترکیب اور جسم کو حرکت دینا، غددوں اور ان کا پھیلاؤ اور جسم کی نشو ونما اور کام کاج کے ساتھ ان کا تعلق، ان تمام انتظامات کا تناسب اور ان کا باہمی تعاون اور ہم آہنگی، یہ سب چیزیں عجیب وغریب ہیں۔ ہر جوڑ میں اور ہر جوڑ کے ہر حصے میں حیرت انگیز معجزات موجود ہیں۔

نوع انسانی کا ہر فرد ایک الگ جہان ہے:

انسان اپنی ذات میں غور وفکر کرے تو ایک حقیر قطرہ سے اس کی آفرینش کا آغاز ہوتا ہے، اور پھر پے در پے نازک ترین تغیر کی منزلیں طے کرتا ہوا وہ بے جان قطرہ ایک زندہ انسان کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ گویا انسانی جنس کا ہر فرد اپنے وجود میں ایک الگ جہاں ہے، ہر انسان ایسا آئینہ ہے جس میں سے سارا وجود کائنات ایک خاص شکل وصورت میں نظر آتا ہے۔ اب تک اربوں انسان دنیا میں آچکے ہیں مگر ہر ایک کا ناک نقشہ دوسرے سے مختلف ہے۔ یہ ایک حقیقی عملی اور مشاہداتی معجزہ ہے۔ انسان اپنی بعض خاص صفات واثرات کی بناء پر ہر دوسرے انسان سے الگ ہوتا ہے۔ شکل وصورت، عقل وادراک، قد کاٹھ، روح وشعور اور حس وتصور ہر چیز میں ہر انسان دوسرے سے مختلف ہے۔ اللہ کی اس منڈی میں جس کا نام دنیا ہے، ہر فرد کا اپنا ایک خاص نمونہ ہے، ایک یگانہ ٹھپہ ہے جو دوبارہ نہیں لگتا اور نہ کبھی لگے گا۔ ہر انسان کی انگلیوں کا پرنٹ دوسرے سے الگ ہے۔ آیات فی الآفاق اور آیات فی الانفس یعنی جو اللہ کی نشانیاں اس کائنات میں اور اس کی اپنی ذات میں موجود ہیں اگر انکو چشم بصیرت سے دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ، حکمت بالغہ اور علم محیط پر یقین حاصل ہو جاتا ہے۔

تفکر

(خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جابجا حکم دیا ہے کہ ہماری آیات پر غور کرو۔ آیات سے مراد کہیں تو قرآن کی آیات وعبارت ہی ہے لیکن زیادہ تر زمین و آسمان میں قدرت کی نشانیاں مقصود ہیں۔ اس حکم پر اتنا زور دیا گیا ہے کہ عبادت کے احکام پر بھی نہیں دیا گیا۔ عبادت کے متعلق تقریباً ایک سو پچاس آیات ہیں لیکن مطالعہ کائنات کے متعلق چھ سو سے زیادہ آیات ہیں۔ اس مطالعہ اور غور و فکر سے یہ مطلب نہیں کہ بس بیٹھے ہوئے آنکھ بند کر کے سوچتے رہو اور جب دماغ تھک جائے تو سوچنا چھوڑ دو، بلکہ مقصد یہ ہے کہ اشیائے کائنات کی ہیئت ترکیبی اور خواص کا علم حاصل کرو اور ان قوانین فطرت کا مطالعہ کرو جن کی بدولت کائنات کا یہ نظام قائم ہے۔ اور جو علم اس طرح حاصل ہو اس سے خود فائدہ اٹھاؤ اور نوع انسانی کو فائدہ پہنچاؤ۔ قرآن میں ارشاد ہوا ہے کہ اختلاف لیل و نہار پر غور کرو، اس کا مطلب یہ کہ تم یہ معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ دن رات کیوں ہوتے ہیں پھر چھوٹے بڑے کیوں ہو جاتے ہیں اور موسم کیوں بدلتے ہیں۔ اگر ہمارے علماء اس حکم خداوندی کی تکمیل کرتے تو وہ یہ معلوم کر لیتے کہ زمین گول ہے اور اپنے محور اور مدار کے گرد گھومتی ہے۔ لیکن اس حکم پر انہوں نے نہیں بلکہ اغیار نے عمل کیا اور انہوں نے یہ باتیں معلوم کیں جن سے جغرافیہ اور علم ہیئت میں ایک بڑے مفید باب کا اضافہ ہوا، ان احکام میں ''حکمت'' یہ ہے کہ ایک تو تم قیامت تک عمل میں مصروف رہو گے جو قوموں کی زندگی کے لئے پہلی شرط ہے۔ دوسرے یہ کہ تمہاری قوم برابر ترقی کرتی رہے گی اور دوسری قوموں پر غالب رہے گی۔ ان احکام میں سے مثال کے طور پر یہاں صرف دو آیتیں بیان کی جاتی ہیں سورہ اعراف آیت 185 میں ارشاد ہوتا ہے: اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ وَّاَنْ عَسٰۤی اَنْ یَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ ''کیا یہ لوگ کائنات اور اس میں جو چیزیں

اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں ان پر غور نہیں کرتے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی موت قریب آ گئی ہے''۔

سورۂ عنکبوت آیت 20 میں حکم دیتے ہیں: قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ''مسلمانوں سے فرمادیں کہ وہ کرہ زمین پر چلیں پھریں اور دیکھیں کہ آفرنیش کی ابتدا کیسے ہوئی''۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے یہ آیتیں کس قدر واضح ہیں۔ پہلی آیت میں صاف صاف تنبیہہ ہے کہ جو قوم کائنات کی تخلیق پر غور یعنی قوانین فطرت کو معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرے گی وہ فنا ہو جائے گی، مٹ جائے گی۔ دوسری آیت میں تخلیق کائنات کا علم حاصل کرنے کے لئے کرہ زمین پر تحقیق کی غرض سے سفر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ الغرض کائنات کی چیزوں میں غور وفکر اور ان کی حقیقت و ماہیت معلوم کرنے کی کوشش کرنا مسلمانوں کے لئے اس قدر ضروری ہے کہ خود حضور سرورکائنات بھی اکثر یہ دعا فرمایا کرتے تھے: **اللھم ارنا حقائق کل الا شیاء کماھی**

یعنی ''اے اللہ ہمیں تمام اشیاء کی اصلی حقیقت سے آگاہ فرما'' اس حدیث پاک کا ایک ایک لفظ جواہرات سے زیادہ قیمتی ہے خصوصاً الفاظ ''ہمیں'' ''تمام'' اور ''اصلی'' خاص توجہ کے قابل ہیں، یعنی رسول پاک ﷺ اشیاء کا علم خود اپنے لئے ہی نہیں بلکہ امت کے ہر فرد کے لئے چاہتے تھے، سبحان اللہ کیا کرم ہے۔ ''تمام'' سے مقصود یہ ہے کہ کوئی چیز بھی کائنات میں ایسی باقی نہ رہ جائے جس کا علم کسی مسلمان کو نہ ہو۔ ''اصلی'' سے مقصد یہ ہے کہ حقیقت معلوم ہونے میں بال برابر شبہ یا کسر نہ رہے۔ علاوہ ازیں حضور اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ **تفکر ساعه من عبادة ستین سنته** یعنی ''ایک گھڑی کا تفکر ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے'' ان آیات و احادیث کو پڑھنے کے بعد یقیناً ہر وہ مسلمان جس کے دل میں اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کی ذرا سی بھی عزت و محبت ہے شرم سے اپنا سر نیچا کرلے گا اور یہ سوال کرنے کی ہرگز جرات نہیں کرے گا کہ ہمارے قومی زوال اور تباہی کی کیا وجوہات ہیں؟

حقیقت کائنات کی تخلیق کا نتیجہ کون کون سے علوم ہیں؟ کیا آپ انکار کرسکتے ہیں کہ وہ علوم طبیعات، علم طبقات الارض، علم الحیوۃ، علم نباتات، علم معدنیات، علم الحیوانات، فلکیات،

علم ریاضی اور بے شمار دوسرے علوم ہیں جو آج کل یورپین اور امریکن اقوام کی واحد اجارہ داری میں پھل پھول رہے ہیں اور انہی علوم کی برکت سے وہ قوانین متمدن، مہذب، خوش حال اور صاحب اقتدار ہیں اور۔۔۔۔ہم؟

ہمارے ہاں تو ان علوم کا نام لینا بھی گناہ ہے، کونسے علوم کا۔۔۔؟ انہی علوم کا جن کو حاصل کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور جن کے حصول کے لئے رسول اللہ دعا فرمایا کرتے تھے۔یہ ہے اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے احکام پر ہمارا عمل، کیا اس معاملہ میں قرآن کی یہ آیت ہمارے اوپر صادق نہیں آتی جس میں فرمایا گیا ہے کہ کیا تم قرآن کی بعض باتوں کو تو مانتے ہو اور بعض کو نہیں مانتے، جو ایسا کرتا ہے اس کی سزا اس کے سوا کچھ نہیں کہ اس دنیا میں اس کی رسوائی ہو اور آخرت میں ایسے لوگ سخت عذاب کی طرف پھیر دیئے جائیں گے''، یہ آیت شروع میں دی جا چکی ہے، کیا اب بھی آپ کو شک ہے کہ آپ کی تباہی اور دنیا میں رسوائی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ آپ ماڈرن علوم حاصل نہ کر کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں جس چیز کی سزا میں یہ رسوائی ہو رہی ہے۔

<u>اب ہم تمام مسلمانوں خصوصاً علمائے دین اور امرائے ملت سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ایمانداری سے اپنا محاسبہ کریں کہ آپ نے اللہ تبارک تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری میں کہاں تک سعی کی ہے۔نہیں کی تو کیا آپ کو کبھی خوف آتا ہے کہ مرنے کے بعد اس غفلت کے لئے آپ سے بازپرس کی جائے گی۔علمائے دین میں کون ہے جس نے یہ علوم یا ان میں سے کوئی سا علم حاصل کیا ہے؟ امرائے ملت میں سے وہ کون ہے جس نے سکول، کالج، معمل (لیبارٹری) یا کوئی ادارہ ان علوم کے لئے کھولا ہے یا اس کے لئے کچھ روپیہ اللہ کے دیئے ہوئے روپے میں سے خرچ کیا ہے؟</u>

اتنا بیان کر دینے کے بعد اب بتایا جاتا ہے کہ ''حکمت'' میں ''تفکر'' صرف یہ نہیں ہے کہ چادر سے منہ ڈھانپ کر کشف القبور یا مکاشفہ لطائف غیبی کا مراقبہ کر لیا اور بس، بلکہ تفکر کی دو قسمیں ہیں ایک تفکر بالمشاہدہ، دوسری تفکر بالمراقبہ:

تفکر بالمشاھدہ: اس کے کئی طریقے ہیں

پہلا طریقہ: کائنات میں جتنی خوبصورت اور حسین چیزیں اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں مثلاً آسمان میں سورج، چاند، ستارے، شفق، بادل، بارش، قوسِ قزح اور زمین پر سمندر، دریا، چشمے آبشار، سبزہ، پھول، میوے، رنگ برنگے جانور، چرند پرند، طرح طرح کے خوبصورت پتھر، جواہرات اور دھاتیں وغیرہ۔ ان سب کو غور اور دلچسپی سے دیکھنے کی عادت ڈالو اور یہاں تک دیکھو کہ ان میں جو حسن، نزاکت اور دلکشی ہے اس کا احساس پیدا ہو جائے۔ جب یہ بات حاصل ہو جائے تو ان کے بنانے والے کا خیال کرو اور سوچو کہ وہ خود کتنا حسین اور صناع ہوگا۔ اس مشق کا حاصل یہ ہونا چاہئے کہ تمہیں قدرت کی ہر مخلوق میں حسنِ مطلق کی جھلک نظر آنے لگے اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی موجودگی کا احساس ذہن نشین ہوتا چلا جائے۔ یہ انہماک رفتہ رفتہ اس قدر بڑھ جائیگا اور ایک ایسی ہستی کی موجودگی کا احساس پیدا ہوگا جو موجود تو ہے مگر دکھائی نہیں دیتی یہی حضوری کی ابتدا ہے۔

اس مشق کو (پچھلے اعمال کے ساتھ ساتھ) اگر جاری رکھا جائے تو جس ہستی کا احساس پیدا ہوا تھا وہ نظر آنے لگے گی، یہ حضوری کا دوسرا درجہ ہے۔ کیا نظر آئے گا، اس کا بیان الفاظ میں نہیں ہوسکتا۔ یاد رکھو کہ یہ مشاہدہ ظاہری آنکھوں سے نہیں ہوگا، ایک ایسی حس کے ذریعے ہوگا جس کو بصارت کی روح کہنا چاہئے اور جو آنکھ سے کہیں زیادہ دیکھتی ہے۔ آنکھ تو چیزوں کی صرف ظاہری سطح کو دیکھتی ہے نہ ان کے اندر دیکھ سکتی ہے نہ ان کے پیچھے کی طرف۔ مگر یہ حس جب بیدار ہو جاتی ہے تو چیزوں کے اندر باہر، اوپر نیچے، آگے پیچھے کی طرف دیکھتی ہے۔ یوں سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ مُّحِیطٌ. یا ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ.

تو اس طریقہ تفکر سے ان آیات کا معنوی مشاہدہ ہوتا ہے، لیکن یہ مشاہدہ بھی ہر طالب کو اسکی اپنی روحانی استعداد کے مطابق ہوتا ہے۔ عین ذات کو تو جس طرح ہمارے سرکار دو عالم رسول اللہ ﷺ

نے مشاہدہ فرمایا ہے، نہ پہلے کسی نے دیکھا نہ آئندہ دیکھ سکے گا۔اس جگہ یہ بیان کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آیت هُوَالْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُوَ الْبَاطِنُ۔ (الحدید۔3)

کی تشریح میں جب یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کائنات کے ذرہ ذرہ میں موجود ہے تو اکثر لوگوں کو جو صرف پڑھتے اور سنتے ہیں عملی طور پر کچھ نہیں کرتے دو وسوسے پیدا ہوتے ہیں۔ایک تو یہ کہ اس طرح حلول کا مسئلہ ٹھیک ہوا، دوسرے یہ کہ جب اللہ تعالیٰ گندی چیزوں میں بھی ہے تو وہ ناپاک کیوں نہیں ہوجاتا۔ان لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ تمہارے اردگرد جو فضا اور خلا ہے اور جس میں بظاہر کچھ بھی نظر نہیں آتا اس میں ان گنت چیزیں موجود ہیں۔اول تو یہ ہوا ہے جس کو تم جانتے ہو لیکن اور بھی بہت سی چیزیں مثلاً پانی کی نمی یا بھاپ میں کئی قسم کی گیسیں، برق، ریڈیائی لہریں، ایتھرا اور کئی قسم کی شعاعیں۔ان چیزوں کا پتہ تو سائنس نے لگالیا ہے لیکن اور بھی بے شمار چیزیں ہیں جن کا پتہ ابھی سائنس نہیں لگا سکی مگر اہل حال اور بصیرت باطنی رکھنے والے جانتے ہیں مثلاً نفس، عقل، روح وغیرہ اور جنت و دوزخ جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''جنت زمین و آسمان کی وسعتوں میں پھیلی ہوئی ہے''۔ (سورہ آل عمران آیت 132)

اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ سب چیزیں جو اس فضا اور خلا میں موجود ہیں، ان میں ہر ایک اپنا اپنا کام کرتی ہے اور کوئی چیز کسی دوسری چیز سے نہ متاثر ہوتی ہے نہ اس کے کام میں رکاوٹ ڈالتی ہے، حتیٰ کہ ریڈیو کی لہریں جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر کرتی ہیں اور کوئی مادی شے بھی ان کے لئے رکاوٹ کا سبب نہیں ہوسکتی، جب مخلوقات کا یہ حال ہے تو خود خالق کا تو ذکر ہی کیا۔وہ بذات خود سب پاکوں سے پاک ہے اس پر کوئی شے اثر نہیں کرسکتی، ہر شے میں ہوتے ہوئے بھی ہر شے سے الگ ہے۔یہاں ایک اور مثال پر غور کیجئے:۔

زمین پر کوڑا اور گندگی کا ایک ڈھیر پڑا ہے اور آفتاب عالمتاب کی دھوپ اس پر پڑ رہی ہے اور دھوپ کی حرارت گندگی کے اندر کئی گز نیچے تک پہنچ رہی ہے۔اب بتایئے کہ یہ دھوپ

اورحرارت اس گندگی سے ناپاک ہوجائے گی یا خوداس کو پاک کردے گی۔

بہر حال اس طریقہ تفکر سے جو مشاہدہ ہوتا ہے اسے سیر ہی سمجھنا چاہئے کیونکہ جو کچھ دکھائی دیتا ہے اس کی معرفت حاصل نہیں ہوتی۔

دوسرا طریقہ:۔جب پہلے طریقے پر عمل کرنے سے تجلیات وغیرہ کا مشاہدہ ہونے لگے تو اب تم اس تمام یونیورس یعنی کائنات کا تصور دماغ میں قائم کرو۔یہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ پہلے فلکیات پر چند ایسی کتابیں پڑھو جو موجودہ تحقیقات کے مطابق لکھی گئی ہیں۔اس طرح تمہیں معلوم ہوگا کہ یہ سورج، چاند، ستارے اور سیارے سب بڑے بڑے ہیں جو اس فضا میں تیر رہے ہیں۔ان کی تعداد، جسامتیں اور درمیانی فاصلے اتنے زیادہ ہیں کہ انسانی شمار وحساب میں بھی نہیں آسکتے۔اس طرح جب اس فضا کی وسعت و پنہائی کا کچھ تصور دماغ میں قائم ہوجائے تو رات کو جب ستارے جگمگا رہے ہوں کھلے آسمان کے نیچے لیٹ کر غور کیا کرو کہ تمہاری زمین جو ایک کرہ ہے اس کے چاروں طرف ایسا ہی آسمان جیسا کہ اوپر نظر آتا ہے لاانتہا فاصلوں تک پھیلا ہوا ہے۔سوچو کہ آخر یہ سلسلہ ستاروں اور سیاروں یعنی آفرنیش کا کہاں تک چلا گیا ہے۔اگر تفکر بالمشاہدہ کے پہلے طریقے سے تمہاری حس فکر یہ تربیت یافتہ ہوچکی ہے تو تم یونیورس کا زیادہ صحیح تصور قائم کرسکو گے اور دیکھو گے کہ پہلے آسمان سے آخری آسمان تک کس طرح آفرنیش کا سلسلہ قائم ہے۔اس کے بعد یہ سوچنا شروع کرو کہ جہاں آفرنیش ختم ہوتی ہے اس سے آگے کیا ہے، تمہاری سمجھ میں آئے گا کہ آگے محض خلا ہے۔اب سوچو کہ یہ خلا کہاں تک چلا گیا ہے اور اس کی انتہا کے بعد کیا ہے۔یہاں تمہاری عقل عاجز اور تمہارا دماغ بیکار ہوجائے گا اور کچھ بھی سمجھ میں نہ آئے گا۔اس ناقص تصور کو خوب پختہ کرکے یہیں چھوڑ دو۔اب ایک ایٹم کی جسامت کا تصور دماغ میں بٹھانے کی کوشش کرو۔ایٹم اس قدر چھوٹا ہوتا ہے کہ ایک سوئی کی نوک پر لاتعداد ایٹم اکٹھے ہوسکتے ہیں۔اس کے لئے ضروری ہے کہ ایٹم پر دو ایک کتابیں پڑھو، جب یہ تصور قائم ہوجائے تو آگے چلو اور اقلیدس کے نقطے کا تصور کرو جس میں نہ لمبائی ہے نہ چوڑائی نہ گہرائی۔ نہ وہ سمتوں

اورامتداد میں مقید ہے نہ اس کے ٹکڑے ہوسکتے ہیں۔جب یہ تصور بھی قائم ہوجائے تو آیت

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّتِ عَمَّا يَصِفُوْنَ o (صافات۔180)

''تمہارا رب پاک ہے تمام صفتوں سے جو تم اس کی طرف منسوب کرتے ہو''۔

کے معنی دماغ میں رکھتے ہوئے یہ فکر کرو کہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ اتنا بڑا ہے کہ تمام یونیورس پر محیط ہے اور اس کے ذرہ ذرہ میں موجود ہے۔دوسری طرف اقلیدسی نقطے سے بھی زیادہ چھوٹا ہے۔ جب یہ تصورات پختہ ہوجائیں گے تو سخت مشقت اور مدت دراز کی کوشش کے بعد عجیب عجیب راز تم پر کھلیں گے۔تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ تمام یونیورس باوجود اس بے انتہا وسعت و پنہائی کے اس ذات بیچون و چگون میں جو نقطے کے تصور سے محسوس یا مدرک ہوئی ہے،اس طرح سمایا ہوا ہے کہ معدوم محض کی سی حیثیت رکھتا ہے اور وہ ذات بیک وقت اس یونیورس سے بھی بے اندازہ بڑی اور اقلیدسی نقطہ سے بھی کہیں چھوٹی ہے۔اس نکتہ پر اس سے زیادہ صاف لکھنے کے لئے ہماری زبان میں الفاظ ہیں نہ قلم میں طاقت نہ رخصت۔

اسی تفکر کا ایک ضمنی پہلو یہ بھی ہے کہ جب تم کائنات کی وسعت و پنہائی کا ایک تصور قائم کرلو تو اس کے مقابلے میں اپنی زمین کی جسامت پر غور کرو۔تمہیں دکھائی دے گا کہ یونیورس کے مقابلہ میں تمہاری زمین اتنی بڑی بھی نہیں جتنا اس کرہ زمین کے مقابلہ میں ایک رائی کا دانہ۔پھر غور کرو کہ اس کرہ ارض کے مقابلہ میں خود تمہارا جسم کتنا بڑا ہے،تم کو دکھائی دے گا کہ تمہاری جسامت اس نسبت سے اتنی بھی تو نہیں جتنی گندے پانی کی ایک بوند میں خوردبین سے نظر آنے والے لاکھوں جراثیم میں سے ایک جرثومہ کی۔کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ تمام کائنات ایک کتاب مرقوم ہے اور تم اِس میں ایک نہایت باریک موہوم سی تحریر یا نقش۔جیسا کہ غالب نے کہا ہے۔

نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

پھر لطف یہ ہے کہ جہاں ایک طرف تم اِس قدر ضعیف و حقیر ہو وہاں دوسری طرف

اس قدر قوی اور عظیم کہ سمندروں میں طوفان لا سکتے ہو، اُمڈتے ہوئے طوفان کو روک سکتے ہو، پہاڑوں کو ان کی بنیادوں سے ہلا سکتے ہو اور ہمت و ارادہ کرو تو کیا نہیں کر سکتے۔ جب تم ایسے ہو تو تمہارا خالق کیا کچھ نہ ہوگا۔ غالب کا مندرجہ بالا شعر لکھتے ہوئے ایک بات یاد آ گئی، صوفی شعراء اور بعض فلاسفروں نے یہ مضمون طرح طرح سے بیان کیا ہے خصوصاً برکلے کے فلسفہ کا تو ماحصل ہی یہ ہے کہ:

عالم تمام حلقہ دام خیال ہے

حقیقتاً صرف ایک ذہن کل موجود ہے اور باقی سب کچھ اسی ذہن کے تصورات ہیں۔ قرآن کی بعض آیات سے بھی ذہن اِس طرف منتقل ہوتا ہے۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ ہی سب سے اول و آخر اور ہر چیز کے اندر و باہر اور ہر شے کو محیط ہے تو کائنات کی حیثیت اِس کی ذات میں یقیناً ایسی ہی ہو سکتی ہے جیسی ذہن میں تصورات کی۔ یا یوں سمجھو کہ جب نقاش صفحۂ قرطاس پر ایک تصویر کھینچنا چاہتا ہے تو جس طرح وہ تصویر کاغذ پر آنے سے پہلے نقاش کے ذہن میں موجود ہوتی ہے اسی طرح یہ کائنات مصور حقیقی کے ذہن میں موجود ہے۔ اِس کی مثال کو وحدت الوجود کے ماننے والے بہت زور و شور سے اپنے عقیدے کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ ہم اِس بارے میں ان سے صرف یہ پوچھتے ہیں کہ کیا وہ تصویر جو مصور کے ذہن میں موجود ہے اِس کے دماغ کا کوئی حصہ یا اِس کے جسم کا کوئی عضو ہے؟۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر اِس تصویر کی کیا حیثیت اور حقیقت ہے' کیا وہ اس ذہن اور دماغ کی مخلوق نہیں؟

یہ سب کچھ تو ہم رو، اور جذبہ میں بیان کر گئے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ حقیقت کا ایک شمہ بھی نہ تو کسی سے بیان ہوا ہے نہ ہو سکے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے کوئی لفظ صحیح طور پر استعمال نہیں کیا جا سکتا مثلاً بڑا، چھوٹا، ظاہر، چھپا وغیرہ وغیرہ۔ نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کے ہاتھ، آنکھیں، چہرہ اور زبان یا روح اور نفس ہے، لیکن سمجھنے سمجھانے کیلئے کچھ نہ کچھ کہنا ہی پڑتا ہے اور ہم کیا کہتے ہیں وہ خود اپنے لئے فرماتا ہے کہ میں سمیع ہوں، بصیر ہوں، یعنی سنتا اور دیکھتا ہوں، وہ

اپنے ہاتھ بھی بیان کرتا ہے یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ، وہ اپنے چہرے کا بھی ذکر کرتا ہے فَاَیْنَمَا تَوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ۔ وہ اپنے لئے نفس کا ہونا بھی فرماتا ہے۔ وَکَتَبَ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ، کہتا ہے کہ میری روح بھی ہے نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ۔ اِس لئے ہم بھی مجبور ہیں کہ اس کا بیان کرتے ہوئے یہ سب الفاظ استعمال کریں ورنہ اِس کی ذات تمام الفاظ اور افہام و تفہیم سے کہیں ارفع و اعلیٰ اور ماوراء ہے۔

تیسرا طریقہ: تفکر بالمشاہدہ کا ایک اور بھی طریقہ ہے، یعنی چیزوں کی شکل وصورت اور حسن و لطائف پر غور کرنے کی بجائے اِن کی ساخت پر غور کیا جائے اور تجربہ کر کے دیکھا جائے کہ وہ کن عناصر یا اجزا کو کس نسبت سے ملا کر بنائی گئی ہیں اور ہم انہی عناصر یا اجزا کو اسی یا دیگر نسبتوں سے ملا کر کیا کیا چیزیں بنا سکتے ہیں اور وہ انسان کے فائدے کیلئے کس طرح استعمال کی جا سکتی ہیں۔ اِس طریقہ تفکر میں روشنی، حرکت، برق، ایتھر، قدرتی شعاعوں کے خواص اور اِن قوانین کے اکتشافات بھی شامل ہیں جن کے مطابق یہ چیزیں کام کرتی ہیں، اِسی کا نام سائنس ہے اور اِسی سے وہ علوم وجود میں آتے ہیں جو آجکل یورپ و امریکہ کا طرۂ امتیاز بنے ہوئے ہیں، یہی وہ علوم ہیں جن کو حاصل کرنے کیلئے آیات اللہ پر غور کرنے کا حکم قرآن میں دیا گیا ہے اور ہم نے آج تک اِس پر عمل نہیں کیا۔ اگر آپ موجودہ ذلت و رسوائی سے چھٹکارا اور عاقبت کے عذاب سے نجات پانا چاہتے ہیں تو اِن علوم کو حاصل کئے بغیر چارہ نہیں۔ اِس عملی طریقہ تفکر سے یقیناً اللہ تعالیٰ کا دیدار تو نہیں ہوگا لیکن اِس کی موجودگی پر یقین محکم ضرور پیدا ہو جائے گا، چنانچہ جب سے یہ اکتشاف ہوا ہے کہ ایٹم کے پھٹنے سے انرجی (توانائی) پیدا ہوتی ہے، سائنس کے اس مسلمہ کا خاتمہ ہو گیا ہے کہ مادہ فنا نہیں ہوتا۔ اب تمام سائنس دان اس بات کے قائل ہیں کہ اِس مادی دنیا سے آگے ایک اور نئی دنیا ہے جس کو میٹا فزیکل ورلڈ (عالم ماورائے مادہ) کہتے ہیں۔ یہ تو ابتدائے عشق ہے آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟ ہمارا تو ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ سائنس کے ذریعہ سے بھی اپنی ہستی کو منوا کر رہے گا۔ اِس نے مخلوق اور خصوصاً انسان کو پیدا ہی اِس لئے کیا ہے کہ پہچانا جائے

اور سب اِس کی پرستش کریں۔ یقین ہے کہ ایک دن یورپ کا بچہ بچہ حتیٰ کہ ملحد اور منکرِ خدا کمیونسٹ بھی ایمان لے آئیں گے۔ وہی دن ہوگا جب قرآن اور اسلام کی صداقت آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہو جائے گی۔ یہ صرف گمان اور قیاس نہیں ہے ایسا یقیناً ہو کر رہے گا چونکہ یہ بات بھی اللہ تعالیٰ نے قران کریم میں بیان فرمائی ہے کہ: سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاءِ رَبِّهِمْ اَلَآ اِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌo (حم سجدہ۔ آیت 53، 54)

یعنی ان لوگوں کو (منکرین کو) ہم یہ نشانیاں تمام اطراف عالم میں دکھائیں گے اور اِن کے اپنے نفوس میں بھی یہاں تک کہ اِن پر ظاہر ہو جائے گا کہ یہ قرآن برحق ہے۔ کیا یہ بات کافی نہیں کہ تمہارا رب ہر چیز کا شاہد ہے خبردار کہ انہیں اپنے رب کی ملاقات میں شک ہے، یاد رکھو کہ وہ ہر چیز کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اِس آیت میں جو فرمایا ہے کہ ہم تمام اطراف عالم میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے وہ تو نظر آ ہی رہی ہیں کہ قدرت کے سینکڑوں راز معلوم ہو چکے ہیں، جس کے نتیجہ میں اب چاند اور ستاروں کا سفر درپیش ہے اور ایک عالم ماورائے مادہ کا عقیدہ قائم ہو چکا ہے، لیکن یہ جو فرمایا ہے کہ ہم اِن کے نفوس میں بھی اپنی نشانیاں دکھائیں گے، یہ بہت قابلِ غور بات ہے۔ ایکسرے کے ذریعہ بدن کے اندر اعضائے رئیسہ کے حالات تو بہت کچھ اب دکھائی دینے لگے ہیں، کہیں یہ تو مراد نہیں کہ آئندہ آلات کے ذریعے انسانی عقل، نفس اور روح وغیرہ کی طاقت اور لطافت و کثافت بھی معلوم ہو جایا کرے گی، دل کے خیالات بھی ریکارڈ ہونے لگیں گے وغیرہ وغیرہ۔ تعجب تو کچھ نہیں اگر ایسا ہوا اور اِس کے ساتھ ہی یہ جو کہا ہے کہ انہیں ہماری لقاء پر شک ہے مگر ہم ہر چیز پر محیط ہیں۔ اِس کا یہ تو مطلب نہیں کہ آئندہ کچھ ایسے آلات نکل آئیں کہ خدا کی موجودگی اِس قدر ثابت و ظاہر ہو جائے جیسے آنکھوں سے دیکھ کر ہوتی ہے۔

تفکر بالمراقبہ

مراقبہ کے معنی حفاظت ونگہبانی کے ہیں۔لیکن حکمت وعرفان میں اصطلاحاً دماغ میں کسی خیال یا تصور کے اِس طرح قائم کرنے کو کہتے ہیں کہ اس کے سوااور کوئی خیال یا تصور باقی نہ رہے۔ تفکر بالمشاہدہ میں ہم اشیاء کی شکل وصورت پر غور کرتے ہیں مگر تفکر بالمراقبہ میں اشیاء یا اسماء کی حقیقت اور معنویت پر غور وفکر کیا جاتا ہے، مثلاً تفکر بالمشاہدہ میں ہم برف کو دیکھ کر اِس کی چمک دمک اور سفید رنگ کی شوخی اور خوبصورتی کے تصور میں محو ہو جائیں گے، لیکن تفکر بالمراقبہ میں برف کی کسی صفت مثلاً سردی کا تصور اِس انہماک سے کریں گے کہ آخر کار ہمیں سردی محسوس ہونے لگے گی خواہ اس وقت گرمی ہی کیوں نہ پڑ رہی ہو۔

یہ ضروری ہے کہ مراقبہ مرشد کی ہدایت کے بغیر نہ کیا جائے۔وہ بہتر جانتا ہے کہ کس کے لئے کون سے اِسم یا آیت کا مراقبہ زیادہ مناسب ہوگا۔بہت سے طالب نفی ماسویٰ ہی میں وہ کمال حاصل کر لیتے ہیں کہ انہیں مراقبہ کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔مراقبہ کی غرض وغایت یہ ہے کہ کشف حاصل ہو جائے ،روحیں نظر آنے لگیں اور عالم مثال کا مشاہدہ میسر آ جائے اور یہ سب باتیں قطع ماسویٰ میں ہی بعض سالکوں کو حاصل ہو جاتی ہیں۔مبادیات مراقبہ یہ ہیں کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی اسماء صفات میں سے کسی اسم کا مراقبہ کیا جائے، جب اِس میں دستگاہ ہو جائے تو قرآن کی کسی آیت کا، پھر اِس ذات کا، پھر فنا وغیرہ کا وغیرہ وغیرہ۔

مراقبہ کیلئے ضروری نہیں کہ اِسی طرح بیٹھو جس طرح نماز میں بیٹھتے ہو بلکہ اِس طرح بیٹھنا چاہئے جس میں تکلف اور تکلیف نہ ہو اور ایسے وقت اور ایسی جگہ بیٹھو کہ شور نہ ہو اور دھیان نہ بٹے۔طریقہ یہ ہے کہ مراقبہ کیلئے وہ لفظ منتخب کرو جو تمہارے دل کو سب سے پیارا لگتا ہے مثلاً یا رحیم۔اب پاس انفاس بند کر دو اور ''یارحیم'' کا ورد شروع کرو لیکن لفظ رحیم کا خیال رکھنے کی بجائے اِس کے معنی کا خیال کر کے اللہ تعالیٰ کی عام رحمت کو ہر چیز میں خیال کی مدد سے دیکھنے کی کوشش کرو۔

یہاں تک کہ رفتہ رفتہ کچھ دن میں رحمت کا عام مفہوم دماغ اور قلب میں پیوست ہوجائے اور اسم غائب ہوکر مسمی باقی رہ جائے، پھر قرآن کی کوئی آیت چنو مثلاً وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ ۝ (یعنی تم جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے) (الحدید۔4)

اب اِس کا ورد معنوں کا خیال رکھتے ہوئے اِس قدر کثرت سے کرو اور اس کے معنوں میں اِس قدر مستغرق ہو جاؤ کہ آیت کے الفاظ کی طرف خیال ہی نہ جائے لیکن معنی دل کے آنکھوں کے سامنے روشن ہوجائیں۔

فناء کے مراقبہ کا طریقہ یہ ہے کہ خلاءِ محض کا تصور دماغ میں قائم کرو اور اس قدر کوشش کرو کہ خلاء کے بیچ میں جو آفرنیش ہے اِس کا خیال بھی باقی نہ رہے حتیٰ کہ خود اپنا وجود بھی نفی ہوجائے۔ اب جو تصور حاصل ہوا ہے وہ خلا یا عدم کا ہے۔ اب اِس تصور کو اتنا بڑھاؤ کہ خود تصور کا احساس بھی جاتا رہے، فنا حاصل ہوجائے گی۔

ایک مراقبہ کشف قبور کا بھی ہے۔ اِس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی قبرستان میں رات کی تنہائی میں بیٹھ کر مردے کے جسم کا تصور کرو اور سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ کی ان گنت تکرار کرو اور لفظ روح کو خوب دل و دماغ میں جماؤ۔ ارتکازِ خیال کامل ہونے پر اِس مردے کا جسم نظر آنے لگے گا اور رفتہ رفتہ تمام قبرستان کے مردے بھی ممکن ہے نظر آجائیں۔ روحوں کو بلانے اور دعوت دینے اور مستقبل کی باتیں معلوم کرنے کیلئے بھی مراقبے کئے جاتے ہیں۔ چونکہ یہ باتیں ہماری رائے اور تجربہ میں سالکوں کو بجائے فائدے کے نقصان پہنچایا کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ تصوف کی کتابوں میں موجود ہیں اس لئے ان کا ذکر نہیں کیا جاتا۔

کی دوستی اور قرآن

(قبلہ محمد صدیق ڈارؒ)

اس وقت دنیا میں کروڑوں کتابیں موجود ہیں لیکن کسی مصنف نے اپنی کتاب کے بارے میں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اس کے مندرجات ہر شک وشبہ سے بالاتر ہیں۔ یہ اعجاز اور اعزاز صرف اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب قرآن مجید کو حاصل ہے کہ اس کی ابتدا ہی اس اعلان سے ہوتی ہے کہ شکوک وشبہات کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ اور یہ ازلی، ابدی اور اٹل حقائق پر مشتمل ہے۔ اہل ایمان اس عظیم کتاب کے ایک ایک لفظ پر صدقِ دل سے ایمان لاتے اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین رکھتے ہیں۔ اس کتاب کا ایک معجزاتی پہلو یہ بھی ہے کہ اس میں دی ہوئی پیشگوئی حرف بحرف درست ثابت ہوتی ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی اور ماضی و مستقبل کی جکڑ بندیوں سے وراء الورا ہے۔ اہل ایمان اللہ تعالیٰ کے ہر فرمان پر یقین کامل رکھتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ابھی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت نہیں فرمائی تھی اور کفار کی طرف سے اہل ایمان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جارہے تھے۔ اسی دوران میں دنیا کی دو عظیم طاقتوں روم اور ایران میں جنگ جاری تھی۔ بت پرست مشرکین مکہ کی ہمدردیاں آتش پرست ایرانیوں کے ساتھ تھیں۔ اور مسلمان اپنی فطرت کے مطابق اس وقت بھی اہل کتاب رومیوں کے غلبہ کے خواہاں تھے۔ اس جنگ میں ایرانیوں نے رومیوں کو بہت بری طرح سے شکست دے دی تو کفار مکہ بہت خوش ہوئے اور اسے اپنی فتح اور مسلمانوں کی شکست پر محمول کیا۔ انہی ایام میں قرآن کریم کی سورۃ الـــــروم کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اہل روم اس مغلوبیت کے چند برس بعد ہی ایرانیوں پر غالب آ جائیں گے۔ اس وقت رومیوں کو اس انداز سے شکست ہوئی تھی کہ مادی نکتہ نظر سے ان کی دوبارہ فتح یابی ناممکن دکھائی دیتی تھی۔ لیکن اہل ایمان اپنے ربّ کے قول کو اٹل جانتے ہوئے اس پیشگوئی پر خوش ہو گئے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ایمان کی یہ کیفیت تھی کہ انہوں نے قریش کے ایک ممتاز سردار اُبی بن خلف سے شرط لگائی کہ اگر تین سال کے دوران رومی غالب نہ آئے تو میں دس اونٹ دونگا اور اگر غالب آ گئے تو تم دس اونٹ مجھے دینا۔ جب آنحضرت ﷺ کو اس شرط کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے فرمایا کہ قرآن کریم کی آیت میں ''بضع سنین'' آیا ہے اور اس کا اطلاق تین سے نو سال کی مدت تک ہوتا ہے لہٰذا تم اس شرط کی مدت نو سال تک مقرر کر کے اونٹوں کی تعداد بڑھالو۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے اُبی بن خلف سے نو سال کی مدت مقرر کر کے سو اونٹوں کی شرط لگائی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے عین مطابق قیصر روم نے اپنی شکست سے ٹھیک سات سال بعد ایرانی فوجوں کو شکست فاش دے دی۔ اہل ایمان کو یہ خوشخبری اس وقت ملی جب اللہ کی نصرت سے وہ میدان بدر میں کفار مکہ کو شکست دے چکے تھے۔ اسطرح مسلمانوں کو دوہری خوشی نصیب ہوئی۔

جب تک اہل ایمان ربّ العالمین کے ارشادات اور حضور رحمۃ للعلمینؐ کے فرمودات کو حرز جان بنا کر بنی نوع انسان کو ہر نوع غلامی سے نجات دلانے اور دنیوی و اخروی نعمتوں سے مالا مال کر دینے والے اللہ کی حاکمیت والے سچے دین کے علمبردار بن کر مجاہدانہ زندگی بسر کرتے رہے، انہیں اللہ تعالیٰ کی نصرت حاصل رہی اور فتح و کامرانی ان کے قدم چومتی رہی۔ جب اُمت مسلمہ کا عقیدۂ توحید کمزور ہو گیا اور وہ دنیوی لذات میں گرفتار ہو کر اُمت وسطی کے کردار کو فراموش کر بیٹھی تو اسے سزا کے طور پر اغیار کی غلامی میں مبتلا کر دیا گیا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد اس ابتلا کا ایک دور ختم ہوا اور مسلمان مما لک کو سیاسی آزادی نصیب ہوئی لیکن ہم نے اس روش کو پوری طرح بدلنے کی کوشش نہیں کی جس کی پاداش میں اقوام عالم کی قیادت ہم سے سلب کر لی گئی تھی۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کے واضح احکام کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی قوت و نصرت پر بھروسہ کرنے کی بجائے اللہ کے دشمنوں اور اپنے سابق آقاؤں کو ہی اپنا سرپرست، دوست اور ہمدرد بنائے رکھنے کی کوتاہی کی اور اللہ کی طرف سے اس کی سزا ابھی بھگت رہے ہیں۔ قرآن کریم جو ہمارا آئین حیات ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے ہماری خارجہ پالیسی کی بنیادیں بڑی وضاحت

کے ساتھ متعین کر رکھی ہیں ۔ہم یہاں متعلقہ آیات کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں تا کہ ان کی روشنی میں اپنے قومی کردار کا جائزہ لے کر جادہ حق پر گامزن ہو سکیں:۔

''جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو اللہ اور اسکے رسولؐ کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ ہوں''۔(22-58)

''اے اہل ایمان ان لوگوں سے جن پر اللہ غصے ہوا ہے (یعنی یہود و نصاری سے) دوستی نہ کرو ۔یہ لوگ بھی آخرت کی زندگی سے اسی طرح نا امید ہو گئے ہیں جس طرح کافر قبروں میں مردوں کے جی اُٹھنے سے نا امید ہیں''۔ (13:60)

''اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتابیں دی گئی تھیں ان کو اور کفار کو جنھوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا دیا ہے دوست نہ بناؤ۔اور مومن ہو تو اللہ ہی سے ڈرو''۔(75:5)

''اے ایمان والو! اغیار کو اپنا راز دان نہ بنانا ۔یہ لوگ تمہاری خرابی میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے اور ہر اس امر کی خواہش کرتے ہیں جس سے تمہیں تکلیف پہنچے ۔کچھ دشمنی تو ان کی باتوں سے ظاہر ہو چکی ہے اور جو کچھ ان کے سینوں میں مخفی ہے وہ کہیں زیادہ ہے ۔ہم نے تمہارے لئے علامات واضح طور پر بیان کر دی ہیں اگر تم عقل سے کام لو۔''(118:3)

''اے ہمارے رسول ﷺ آپ دیکھیں گے کہ مومنوں کے ساتھ سب سے زیادہ عداوت رکھنے والے یہودی اور مشرکین ہیں۔''(82:5)

''اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست نہ بناؤ۔یہ باہم ایک دوسرے کے دوست ہیں ۔اور تم میں سے جو ان کو دوست بنائے گا وہ بھی انہیں میں سے شمار ہو گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''(51:5)

''یہ خوف دلانے والا تو شیطان ہے جو تمہیں اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے۔اگر تم مومن ہو تو ان سے مت ڈرنا اور مجھی سے ڈرتے رہنا۔''(175:3)

''تمہارے خیر خواہ اور دوست تو اللہ تعالیٰ، اسکا رسول ﷺ اور وہ اہل ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے اور اطاعت میں جھکے رہتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ، اسکے رسولؐ اور اہل ایمان سے دوستی کرے گا وہ گویا اللہ کے لشکر میں شامل ہو گیا اور اللہ کا لشکر ہی غلبہ پانے والا ہے۔'' (5:55-56)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کس قدر واضح الفاظ میں یہود و ہنود و نصاریٰ کی نفسیات بیان کر کے ہمارے لئے ایک محفوظ حکمت عملی طے فرمادی۔ اس کے باوجود بھی اگر ہمارے حکام اللہ تعالیٰ کے صاف صاف احکام کے علی الرغم ان اقوام کی دوستی کے وہم میں مبتلا ہو جائیں تو نتیجہ تو یقینی طور پر وہی نکلے گا جس کی نشاندہی اللہ تعالیٰ نے کر رکھی ہے۔ بار بار اغیار کے ہاتھوں نقصان اٹھانے کے باوجود ہمارے دانشور، صحافی اور سیاستدان ان چہیتوں کی دوستی کا دم بھرنے سے باز نہیں آتے۔ اور ساتھ ساتھ ان اصنام باطل کی بے وفائیوں کا شکوہ بھی کرتے رہتے ہیں تا کہ کسی طرح ان کی نظر التفات حاصل ہو جائے۔ ان کی فریب کاریوں کے باعث رنج پر رنج اٹھاتے چلے جا رہے ہیں پھر بھی ان کی دوستی کے جال سے چھٹکارا حاصل کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔ حالانکہ سچا مسلمان اب بھی شرطیہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ یہود، ہنود اور عیسائی کبھی ہمارے خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ آزمانا تو اسے چاہیے جس کے بارے میں علم اور تجربہ نہ ہو۔ ہمیں تو ہمارے علیم و خبیر پروردگار نے ان کے خبث باطن سے بھی آگاہ فرما دیا ہے اس لئے ان اقوام کے ساتھ تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے فرمودات کی روشنی میں ہی طے کرنے چاہیں تا کہ ان کے شر سے اور اللہ کی ناراضگی سے بچ جائیں۔ مسلمانوں سے ازلی بیر رکھنے والے ان گروہوں کے علاوہ دوسری غیر مسلم اقوام سے تعلقات رکھنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ہماری راہنمائی کیلئے ارشاد فرمایا۔

''جن لوگوں نے تم سے دین کے اختلاف کی وجہ سے جنگ نہیں کی اور نہ ہی تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں منع نہیں فرماتا۔ اللہ تعالیٰ تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کے ساتھ تم کو دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی کی اور تم کو تمہارے

گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں دوسروں کی پشت پناہی کی۔ جو لوگ ایسوں سے دوستی کریں گے وہی ظالم ہیں"۔ (8:60)

قرآنِ کریم کی ان آیات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہمیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچیں اور کائنات کے حکمران جسے پاکستان کے آئین کے مطابق مملکت خداداد پاکستان کا مقتدر اعلیٰ تسلیم کیا گیا ہے کی ہدایات کے مطابق اس ملک کی تمام پالیسیاں مرتب کریں تا کہ اس کی تائید ونصرت کے حقدار ٹھہرائے جائیں۔ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں جب مصر میں اسلامی افواج کی فتوحات کی رفتار ذرا کم ہوگئی تو آپ نے مجاہدین کے کمانڈر حضرت عمرابن عاصؓ کو نہایت ہی پرمغز اور حقائق افروز خط لکھا کہ: "اپنی افواج کا جائزہ لو کہ کسی کام میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نافرمانی تو نہیں ہورہی ہے ہمیں اللہ تعالیٰ اس لئے فتوحات عطا کرتا ہے کہ ہمارا دشمن اس کا نافرمان ہے۔ اگر ہم بھی نافرمان ہوگئے تو اللہ ہمیں اپنی نصرت سے محروم کردیگا۔ پھر جنگ کے نتائج کا انحصار فوجوں کی نفری اور اسلحہ کی برتری پر ہوگا اور ہمارا دشمن دونوں لحاظ سے ہم پر فوقیت رکھتا ہے"۔ اس سے یہ حقیقت نکھر کر سامنے آگئی کہ مسلمانوں کی کامیابی کا راز اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت اور دوسری اقوام پر غلبہ صرف اسی صورت میں حاصل ہوسکتا ہے کہ ہم من حیث القوم پوری طرح اللہ کے دین میں داخل ہو کر اس کے تابع فرمان بندے اور سچے مسلم بن جائیں۔ اگر ہمیں اپنے کھوئے ہوئے مقام کو دوبارہ حاصل کرنے کی جستجو ہے تو ہمیں زندگی کے ہر شعبہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے آئین کی بالادستی کو قبول کرنا ہوگا۔ جزوی اطاعت کرنے والوں کو قرآن کریم میں خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

"کیا تم کتاب کے بعض احکام کو تو مانتے ہو اور بعض سے انکار کئے دیتے ہو۔ تو جو تم میں سے ایسی حرکت کریں ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہوسکتی ہے کہ دنیا کی زندگی میں رسوائی ہو اور قیامت کے دن سخت عذاب میں ڈال دیئے جائیں۔ اور جو کام تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ ان سے غافل نہیں"۔ (85:2)

قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کے خطوط

بنام محمد قاسم ملتان　　مورخہ: 25.05.2003

السلام علیکم!

اللہ اللہ کرنے میں کچھ لوگ سچے، کچھ اچھے، اور کچھ کچے ہوتے ہیں۔ جماعتوں میں اسی طرح ہوتا ہے۔ سب کو برداشت کرنا اور ساتھ لیکر چلنا ہوتا ہے۔ آپ سلسلہ کی اعلیٰ تعلیم، انفرادیت اور فضائل ذکر پر بھائیوں کو وعظ کرتے رہا کریں۔ اللہ تعالیٰ حلقہ کو وسعت دے گا۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی راہ پر لگانے سے بڑی نیکی اور کوئی نہیں ہے۔ حلقہ توحیدیہ اسی لئے قائم کیا گیا ہے۔ اس لئے سب بھائیوں کو اپنا مشن اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ ہمیں خود خوب اللہ۔ اللہ کرنی ہے۔ ہر حال میں اللہ سے خوش رہنا ہے۔ اسی پر بھروسہ کرنا ہے۔ اس کے سوا نہ کسی سے ڈرنا ہے نہ توقع رکھنی ہے۔ کوئی مسئلہ ہو، بیماری ہو، مقدمہ ہو، ملازمت حاصل کرنی ہو، ظاہری اسباب ضرور اختیار کرو۔ لیکن بھروسہ اللہ کی ذات پر رکھو۔ رات کو اسی کے سامنے گڑگڑاؤ، اسی سے فریاد کرو اسی سے مانگو پھر دیکھو اللہ تعالیٰ کی رحمت کس طرح مشکلات حل فرماتی اور نعمتوں کے دروازے کھولتی ہے۔ اسی طرح کے بن جاؤ اور پھر دوسرے بھائیوں کو بھی اللہ اللہ والی تعلیم بتاؤ۔ ذکر کے فوائد سے آگاہ کرو اور محفل ذکر میں شمولیت کی دعوت دو، اسی طرح چراغ سے چراغ جلتے چلے جائیں گے اور با کردار قوم وجود میں آئے گی۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مشکل آسان فرمائے کہ مشکلات کو آسان کرنا اس کے لئے بڑا آسان ہے۔ تمام برادران کو سلام کہہ دیں۔

والسّلام

بنام محمدسلیم -جڑانوالہ مورخہ:09-05-2001

آپ قبلہ عبدالحکیم انصاریؒ(بانی سلسلہؒ) کی کتابیں بار بار پڑھتے رہیں یہاں تک کہ تعلیم کی ساری باتیں زبانی یاد ہو جائیں ذکرنفی اثبات اور پاس انفاس کا طریقہ تعمیر ملت اور طریقت توحیدیہ میں غور سے پڑھیں ۔تا کہ مرشد کے بتائے ہوئے طریقے کے عین مطابق عمل کیا جا سکے ۔ذکرپاس انفاس کرتے وقت یہ ہدایت ہے کہ جو سانس اندر جائے یا باہر نکلے تو اس کے ساتھ دل اللہ کہے اللہ اس طرح کہیں کہ دل کہے اور کان سنیں یعنی سانس کی شوک میں اللہ کی آواز کان سنیں اور ساتھ ہی یہ خیال کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے اندر باہر، آگے پیچھے، اُوپر نیچے اور دائیں بائیں موجود ہے اگر چہ نظر نہیں آتا لیکن یقیناً موجود ہے اور پاس انفاس کے ذریعے اللہ اللہ پڑھنا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کو التجا کرتے ہوئے پکارنا ہے کہ ہمیں نظر آجائیں اپنے حسن کی جھلک دکھادیں اپنا دیدار کرادیں اس طرح پیار سے پکار جاری رہے گی تو یہ بے قراری محبوب کو بھی بے قرار کردے گی یہ ذکر سب سے اعلیٰ اور سب سے اونچا ہے ۔یہی اسم اعظم ہے یہ ایمان کا سرمایہ، عبادت کی روح اور بندے کو اللہ سے ملانے کا راستہ، رابطہ اور وسیلہ ہے ذکر سرمایہ ایمان ہے ۔ آپ سارے اوراد بند کردیں اور ہر سانس کے ساتھ اللہ اللہ پورے دھیان کے ساتھ کریں ۔دھیان سے کرتے ہوئے دوکان پر جائیں وہاں بھی کوشش کریں کہ حتی الامکان ہتھ کار ول دل یار ول کے مطابق ہاتھ دواء میں اور دل دُعا میں مشغول رہے ۔رات کو معمول کے مطابق سورۃ الملک وغیرہ پڑھنے کے بعد آنکھیں بند کرکے پاس انفاس کرتے کرتے ہی سو جائیں ۔

روازنہ زندگی میں گھر یا گھر سے باہر جو بھی حالات وواقعات آپ کی مرضی کے خلاف واقع ہوں انہیں اپنے پیارے اور محبوب اللہ میاں کی طرف سے سمجھتے ہوئے خوشی خوشی برداشت کرنے کی عادت ڈالیں ۔

والسلام!

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ جناب محمد یعقوب خان توحیدی

(سید رحمت اللہ شاہ ۔ لاہور)

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار توحیدیؒ کے ۷ جولائی ۲۰۱۳ بروز اتوار اس دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد ان کی طرف سے اعلان کردہ خلیفہ و جانشین جناب محمد یعقوب صاحب توحیدی نے منصب خلافت پر فائز ہو کر اسی روز تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر بعد نماز مغرب موقع پر موجود تمام مریدین سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے بیعت لی۔ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب توحیدی کا مختصر تعارف قارئین کرام اور بالخصوص مریدین سلسلہ عالیہ توحیدیہ کیلئے پیش ہے۔ (ادارہ)

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ جناب محمد یعقوب توحیدی 11 اپریل 1942 کو ایک گاؤں رشیدہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا گاؤں رشیدہ مانسہرہ سے بٹگرام جاتے ہوئے بیس کلومیٹر پر واقع ایک قصبہ اوگھی کے علاقہ اگرور میں واقع ہے۔ آپکا تعلق ایک مذہبی گھرانے سے ہے جو پہاڑی علاقے کے گاؤں کی روایتی زندگی گزارتا ہے۔ خاندان کے زیادہ تر افراد کاشتکاری کے پیشہ سے وابستہ ہیں۔ مذہبی خاندان ہونے کے باوجود آپ کے خاندان میں پیری مریدی کا کوئی خاص تصور نہیں۔

جس جگہ آج کل مشہور تربیلا ڈیم بنا ہوا ہے یہاں اس سے پہلے دو جڑواں قصبے تھے جو امب، درنبہ کے نام سے مشہور تھے۔ ریاست کے والی نے اپنا جانشین چنا جس پر دو بھائیوں کو اختلاف تھا۔ ان دونوں نے ولی عہد پر حملہ کیا مگر ولی عہد بھی ہوشیار تھا۔ مقابلہ ہوا۔ نتیجے کے طور پر دونوں باغی بھائیوں میں سے ایک کا بیٹا، پوتا، اور دو بیٹیاں بچیں اور دوسرے کا صرف ایک چھوٹا بیٹا بچا۔ چنانچہ یہ سب لوگ اپنے علاقے سے ہجرت کر کے اگرور کے علاقے میں آ گئے۔ خان آف اگرور کو ایک مہم درپیش تھی۔ مہاجر کمال خان کمال کا تیغ زن تھا جسے اس مہم کا انچارج بنایا گیا اور اس خاندان کو پناہ دے دی گئی۔ مہم کی کامیابی کے بعد انہیں جاگیر عطا ہوئی اور مستقل ملازمت بھی

دے دی گئی۔کمال خان کا بھتیجا سید اکبر اب تک ساتھ ہی تھا مگر اس موقع پر اس نے اپنے چچا سے دینی تعلیم حاصل کرنے کی اجازت مانگی۔اجازت ملنے پر سید اکبر دینی تعلیم کے حصول کیلئے افغانستان کے علاقہ قندھار چلا گیا۔جب یہ تعلیم مکمل کر کے واپس ہوئے تو کمال خان کا انتقال ہو چکا تھا۔چچا زاد بھائی نے انہیں اپنی بہن کا رشتہ دیا اور جائیداد میں سے حصہ دینا چاہا جسے سید اکبر نے لینے سے انکار کر دیا اور اپنی ضرورت کے مطابق مبلغ ساٹھ (۶۰) روپے میں زمین خرید کر کاشتکاری شروع کر دی۔سید اکبر مرتے دم تک یہیں رہے۔وفات کے وقت آپ کی اولاد میں تین (۳) بیٹے اور ایک بیٹی تھیں۔بیٹوں میں سب سے بڑے بیٹے کا نام خیر اللہ تھا۔جو شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ حضرت محمد یعقوب توحیدی کے والد گرامی ہیں۔جناب خیر اللہ نے اپنے والد گرامی سے تعلیم حاصل کی اور فوج میں ملازمت کا آغاز کیا۔آپ جس بٹالین میں تھے انگریز نے اسے ختم کر دیا اور تمام ملازمین بھی فارغ کر دیے۔ان فارغ کیے گئے ملازمین میں جناب خیر اللہ بھی تھے۔جناب خیر اللہ ملازمت کے سلسلہ میں بمبئی تک گئے مگر کوئی خاطر خواہ ملازمت نہ ملنے پر اپنے گاؤں میں ہی واپس آ کر کاشتکاری کرنے لگے۔

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ جناب حضرت محمد یعقوب توحیدی نے مسجد میں ہی فارسی کی کتب پڑھ لی تھیں۔ان کتب میں تحفۃ النصائح ،گلستان سعدی،اور بوستان سعدی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے قریبی سکول میں ہی حاصل کی۔ ۱۹۵۸ میں سولہ (۱۶) سال کی عمر میں میٹرک کیا۔میٹرک کے بعد ایک سال تک گاؤں میں کاشتکاری کرتے رہے۔اس کے بعد اپنے گاؤں کے ایک آدمی کے ساتھ ملازمت کیلئے کراچی آ گئے دو تین ماہ انتظار کے بعد پاک فضائیہ میں بطور سپلائی اسسٹنٹ (Supply Assistant) ملازمت کا آغاز کیا۔یہ ملازمت ۱۷ اگست ۱۹۵۹ سے ۱۹۶۶ تک جاری رہی۔آپ کراچی میں ہی تھے جب آپ کی بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبد الحکیم انصاریؒ سے خط و کتابت ہوا کرتی تھی۔خواجہ عبد الحکیم انصاریؒ نے آپ کو خطوط میں بارہا لکھا کہ 'پڑھو'، 'پڑھو'، 'وہاں کوئی ٹیکنیکل کورس

ہی کرلو۔ آپ نے ان ہدایات پر عمل نہیں کیا تھا۔ ایک مرتبہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے لکھا کہ

''کراچی میں بلسارہ کمرشل انسٹی ٹیوٹ ہے جو مال روڈ پر سول ہسپتال کے سامنے ہے وہاں جائیں اور اگلے خط میں لکھنا کہ Accountancy میں داخلہ لے لیا ہے۔''

قبلہ محمد یعقوب توحیدی پیشاب رک جانے کی تکلیف میں مبتلا ہو گئے۔ آپریشن کیلئے ماڑی پور پی اے ایف ہسپتال میں ایک ہفتہ تک داخل رہے۔ جب ایکسرے کیا گیا تو پتھری نظر نہ آئی اور گھر بھیج دیا گیا۔ گھر آ کر دوبارہ تکلیف ہوئی۔ آپ نے ڈرگ روڈ (موجودہ شارع فیصل) کے پی اے ایف کیمپ کی ڈسپنسری میں رپورٹ کیا جہاں آپ کو کچھ دیر لٹا دیا گیا پھر واپس گھر بھیج دیا گیا۔ آپ وہاں سے مال روڈ گئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے بتائے ہوئے ادارہ میں داخلہ لیا۔ واپسی پر سول ہسپتال کے پاس ہی تکلیف میں اضافہ ہو گیا۔ فٹ پاتھ پر چوکڑی مار کر بیٹھ گئے اور زور زور سے گانے لگے۔

اوبے پرواہ محبوبا، اے بے پرواہیاں نئیں چنگیاں
انہاں عاشقاں بے تقصیراں تے اے زور آزمائیاں نئیں چنگیاں

آپ نے قریب ہی سے گنے کا رس پیا، اسی تکلیف میں گھر آئے، پانی پیا، پیشاب کیلئے گئے تو کنکری خارج ہوگئی۔ اگلے دن ڈاکٹر نے دیکھا تو کہا کہ

''اگر یہ Detect ہو جاتی تو میجر آپریشن تھا۔''

آپ نے کہا کہ ''اللہ میاں تو ہے ناں۔ دو دفعہ اس نے بچا ہی لیا مجھے۔''

اس طرح آپ نے حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی ہدایت کے مطابق ان کے بتائے ہوئے ادارے میں داخلہ لیا اور کراچی سے Accountancy کا ڈپلوما کیا۔

آپ کراچی میں ہی تھے کہ پی آئی اے میں آپ کو ملازمت مل گئی جس پر آپ نے پاک فضائیہ کی ملازمت سے استعفیٰ دیا اور لاہور آ کر پی آئی اے کی ملازمت شروع کی۔ پی آئی اے کی یہ ملازمت لاہور میں ۱۹۶۶ سے شروع ہو کر ۱۰ اپریل ۲۰۰۲ کو ریٹائرمنٹ کی صورت میں

اختتام پذیر ہوئی۔پی آئی اے کی ملازمت کے دوران آپ کو چار سال کیلئے امریکہ بھی بھیجا گیا جہاں آپ نے اپنے فرائض منصبی سرانجام دیے۔ریٹائرمنٹ کے وقت آپ پی آئی اے میں سٹور اینڈ پرچیز آفیسر (Store and Purchase Officer) تھے۔جب آپ ریٹائر ہوئے تو آپ کے دو بڑے صاحبزادے پاک فوج میں کمیشنڈ آفیسرز بھرتی ہو کر اپنے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔آپ نے دوبارہ کوئی ملازمت نہ کی۔

آپ کی شادی ۱۹۶۹ میں ہوئی۔آپ کی بیگم رشتہ میں آپ کے خالہ زاد بھائی کی بیٹی ہیں۔شادی کے بعد اہل خانہ کے ہمراہ نشاط کالونی لاہور آگئے اور کرایہ کے مکان میں رہتے رہے۔ اگست ۱۹۸۰ میں اپنے موجودہ گھر E- 780،لنک روڈ نمبر ۳، بلاک ڈی،نشاط کالونی لاہور منتقل ہو گئے۔آپکی اولاد میں تین بیٹے ابراہیم یعقوب، عارف یعقوب،محمد علی، اور تین بیٹیاں اسماء یعقوب (زوجہ جناب خالد اسحاق)،نوشابہ یعقوب (زوجہ جناب کاشف شبیر رانا)، اور عظمٰی یعقوب (زوجہ جناب فراز احمد) ہیں۔آپکی اولاد تا حال لاہور میں ہی رہائش پذیر ہے۔ آپ کے بڑے صاحبزادے جناب ابراہیم یعقوب پاک فوج کی آرٹلری کور میں لیفٹیننٹ کرنل ہیں۔دوسرے صاحبزادے جناب عارف یعقوب بھی پاک فوج کے سگنلز کور میں میجر تھے جنہوں نے یہ ملازمت چھوڑ کر بیرون ملک رہائش اختیار کر لی۔چھوٹے صاحبزادے جناب محمد علی کمپیوٹر سائنسز کی فیلڈ سے منسلک ہیں۔

آپ نے ۱۹۷۲ میں لاہور سے ایف اے، اور ۱۹۷۴ میں بی اے پاس کیا۔چونکہ آپ درمیانہ درجہ کے اچھے طالب علموں میں شمار ہوتے تھے اس لئے کبھی بھی فیل نہ ہوئے اور اپنے تمام امتحانات سیکنڈ ڈویژن میں پاس کیے۔

۱۹۶۰ میں کراچی ملازمت کے دوران آپ کا تعارف سید عطاءاللہ شاہؒ اور جناب الحاج محمد مرتضٰی سے ہوا۔اس وقت آپ کراچی کے ایک علاقہ ناتھ خان گوٹھ میں رہتے تھے۔ سید عطاءاللہ شاہؒ نے حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی کتاب طریقت توحیدیہ پڑھنے کو دی، جسے

آپ نے سرسری سا پڑھا۔ سید عطاء اللہ شاہؒ نے پوچھا کہ' کیسی ہے؟' آپ نے فرمایا کہ' اچھی ہے'۔ سید عطاء اللہ شاہؒ نے کہا کہ' کرو کچھ'۔ آپ کو پتا نہ چلا کہ یہ کیا کرانا چاہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے یا تو یہ کتاب سرسری پڑھی تھی یا یہ سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ ایک مرتبہ سید عطاء اللہ شاہؒ کے ہاں حلقہ ذکر تھا۔ انہوں نے آپ کو بھی بلایا۔ اس طرح آپ ۱۹۶۰ میں سید عطاء اللہ شاہؒ کی رہائش گاہ واقع ڈرگ روڈ کالونی میں ہونے والے حلقہ ذکر میں پہلی مرتبہ شریک ہوئے۔

حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ سے آپ کی پہلی ملاقات اس وقت ہوئی جب خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ ۱۹۶۳ میں اپنے بھائی جناب عبدالعلیم انصاریؒ سے ملنے کیلئے کراچی آئے۔ آپ ملک بخشیش الہیؒ کے ہمراہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ سے ملنے گئے۔ ملک بخشیش الہیؒ کو بھی گھر کا پتہ نہیں تھا۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے خط میں واضح طور پر لکھا تھا کہ

''(روٹ نمبر لکھا تھا کہ اس) میں بیٹھنا۔ (بس سٹاپ کا نام) اتر جانا۔ اتر کے سڑک پار کرنا۔ تھوڑا سا آگے چلنا۔ آپ کو چھوٹا سا نالہ ملے گا۔ نالے کے کنارے سڑک ہے۔ سڑک پر نالہ کراس کرنے کیلئے چھوٹی چھوٹی پلیاں بنی ہوئی ہیں۔ پلیاں گنتے جانا۔ ایک۔ دو۔ تین۔ چار۔ چوتھی پلی کراس کر کے داہنے ہاتھ کوٹھی (کوٹھی کا نام) آجانا۔ وہاں میں ہوں گا۔''

دونوں حضرات ہدایات کے مطابق متعلقہ جگہ پہنچے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ ریلیکس موڈ (Relax Mode) میں آنکھیں بند کر کے لیٹے ہوئے تھے۔ جناب محمد یعقوب ٹانگیں دباتے رہے۔ ملک بخشیش الہیؒ باتیں کرتے رہے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے آپ سے زیادہ باتیں نہ کیں۔ یہ پہلی ملاقات گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ پر محیط تھی۔ اس کے بعد بانئ سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ جب تک وہاں رہے آپ ہر روز وہاں جاتے رہے۔ رات کو بانئ سلسلہؒ ملنے والوں کے ساتھ چھت پر بیٹھتے تھے۔ ایک مرتبہ رات کے وقت ایک مرید جو' صدیقی'' نام سے مشہور تھے، وہ پاک فضائیہ کے دیگر مریدین کے ساتھ توجہ لے رہے تھے تو بانئ سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے کہا کہ

''تم چوسنی ہو۔تم چوس رہے ہو مجھے۔ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ تم لے رہے ہو۔ مجھے پتہ چلتا ہے۔''

کراچی قیام کے دوران آپ کے ساتھ ایک اور دوست رہتا تھا، جس کا نام 'غلام نبی' تھا۔اس کی باتیں اور حرکتیں بچگانہ تھیں۔اس وجہ سے اسے 'جن' کہا جاتا تھا۔یہ غلام نبی جن ۱۹۶۲ کے کنونشن کے موقع پر لاہور آیا۔کراچی سے آپ نے اسے ایک خط لکھا کہ

''تم باباجی سے ملنے چلے گئے ہو، اب یہ بچپنہ وہیں چھوڑ آنا اور اللہ اللہ کرنا۔''

اتفاق سے وہ خط غلام نبی جن کو حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے سامنے ملا۔ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے ملک بخشیش الٰہیؒ سے پوچھا کہ ''کس کا خط ہے؟'' انہوں نے بتایا کہ ''ایک دوست ہیں کراچی میں ان کا خط ہے۔'' بانی سلسلہؒ نے کہا کہ 'سناؤ نا! کیا لکھا ہے؟'' ملک بخشیش الٰہیؒ نے سنایا تو حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے کہا کہ

''یار یہ بچپنہ واقعی چھوڑ دینا۔اس کا کہنا مانا کرو۔وہ تمہارا عارف بھائی ہے۔''

اس وقت تک آپ بیعت نہیں ہوئے تھے۔

۱۹۶۲ میں لاہور کنونشن کے موقع پر کراچی کے غلام نبی بیعت ہوئے۔ان کے معمولات میں واضح تبدیلی آئی۔

عیدالاضحیٰ قریب ہی تھی۔الحاج محمد مرتضیٰ صاحب نے عید کے موقع پر قربانی کرنا تھی۔ ملک بخشیش الٰہیؒ ملیرسٹی میں ندی کے کنارے رہتے تھے۔یہاں امرودوں کا باغ تھا۔اس جگہ قربانی کا جانور ذبح کیا گیا۔اسی جگہ چاول بنائے گئے اور کھانا تیار ہوا۔نماز ظہر کے بعد آپ کو دیگر دوستوں کے ساتھ ملک بخشیش الٰہیؒ نے حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کیلئے بیعت کیا۔

سرتاج احمد خان صاحب کا یہ معمول تھا کہ وہ ہر سال پشاور سے آتے ہوئے اپنے ساتھ مٹھائی لاتے اور حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوتے۔۱۹۶۷ میں کنونشن لاہور کے موقع پر جب سرتاج احمد خان صاحب بیعت ہونے لگے تو آپ نے کہا کہ

''باباجی!حق تو میرابنتا ہے کہ میں بیعت ہوں۔مجھے ملک صاحب نے بیعت کیاتھاوہ تو چلے گئے۔''

حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے فرمایا کہ ''یار واقعی۔حق تو آپ کا بنتا ہے بیعت ہونے کا۔''اس موقع پر آپ نے بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے دست مبارک پر بیعت کی۔

کراچی میں پانچ دن مختلف مقامات پر حلقہ ذکر ہوتا تھا۔آپ کراچی کے تمام حلقہ جات میں جاتے۔ملک بخشیش الہیؒ آپ سے بہت پیار کرتے تھے۔جہاں جاتے اپنے ساتھ لے جاتے۔آپ نے شروع سے ہی ذکر کی پابندی کی۔مطالعہ کا کچھ خاص ذوق نہ تھامگراس کے باوجود آپ نے کراچی میں کچھ کتابیں اکٹھی کر کے ایک لائبریری بنائی۔اتفاق سے شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ جناب محمد صدیق ڈار توحیدیؒ ان دنوں کورنگی کریک میں تعینات تھےاور وہاں پر ایک لائبریری بنارہے تھے۔انہوں نے آپ سے کہا کہ اگر کوئی کتابیں ہیں تو مجھے دے دیں۔مگر آپ نے یہ کہہ کر صاف انکار کردیا کہ ''میں بھی اکٹھی کررہاہوں۔''

عطاءاللہ شاہؒ خادم حلقہ ڈرگ روڈ تھے کہ ان کا تبادلہ سرگودھا ہوگیا۔آپ کوان کی جگہ ۱۹۶۴ میں خادم حلقہ بنادیا گیا۔بانیٔ سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے آپ کی ذمہ داری لگائی کہ کراچی کے تمام حلقہ جات سے حلقہ فنڈ اکٹھا کر کے ارسال کریں۔آپ تمام حلقہ جات میں جاتے اور حلقہ فنڈ اکٹھا کرتے۔بانیٔ سلسلہؒ سے دو تین لوگوں نے قرض لیا ہوا تھا۔یہ ذمہ داری بھی آپ کی لگی کہ ان لوگوں سے رابطہ کر کے قرض لی ہوئی رقم وصول کریں۔آپ نے اس کیلئے بھی کوشش کی مگر فقیر سے لئے گئے پیسے بھلا کون دیتا ہے۔آپ وصول نہ کرسکے۔

لاہور قیام کے دوران بھی آپ کا تعلق بانیٔ سلسلہؒ سے منفرد نوعیت کا تھا۔کئی بار ایسا ہوا کہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کہتے کہ

''آؤ میرے عارف بیٹے کے پاس چلتے ہیں۔''اور وہ آپ کے پاس آجاتے۔

لاہور میں یعقوب نام کے تین افرادسلسلہ عالیہ توحیدیہ میں تھے۔ایک میاں یعقوب،

دوسرے یعقوب بھٹی، اور تیسرے محمد یعقوب ۔ ان تینوں میں داڑھی صرف آپ ہی کی تھی ۔ اسلئے آپ کا نام ’مولوی محمد یعقوب‘ مشہور ہوگیا ۔ اگرچہ آپ اپنا شمار عام سے لوگوں میں کرتے ہیں مگر بانیٔ سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے کئی بار فرمایا کہ

’’میرا بیٹا عارف بنے گا۔‘‘ ’’آؤ میرے عارف بیٹے کے پاس چلتے ہیں۔‘‘

لاہور میں آپ باقاعدگی سے بانیٔ سلسلہؒ کی محافلوں اور حلقہ ذکر میں شرکت کرتے تھے ۔ یہاں تک کہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ اس دارِ فانی سے پردہ فرما گئے ۔ ڈاکٹر امجد حسین نے آپ کو بانیٔ سلسلہؒ کی وفات کی فون پر اطلاع دی ۔ ڈاکٹر امجد حسین ڈائریکٹر جنرل سوئل سروے آف پاکستان (Director General Soil Survey of Pakistan) تھے ۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ انہیں بہت پسند کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ’’مجھے ایسے لوگ پسند ہیں ۔‘‘ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے وصال کی خبر سن کر آپ ڈیوٹی سے واپس گھر آئے ۔ بیگم صاحبہ کو ساتھ لے کر آستانہ عالیہ توحیدیہ ۹۲ ۔ جی ماڈل ٹاؤن لاہور آگئے ۔ یہ ظہر اور عصر کا درمیانی وقت تھا ۔ رات کے وقت آپ نے میاں مختیارؒ کے ساتھ مل کر حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کو غسل دیا ۔ یہ دونوں حضرات غسل دے رہے تھے اور ساتھ ہی ایک مولوی صاحب ہدایات دے رہے تھے ۔

حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے جب حضرت عبدالستارؒ کو خلیفہ بنا کر مریدین سلسلہ کو بیعت کرنے کا حکم دیا تو بہت سے لوگوں نے بیعت کی اور بہت سے لوگوں نے بیعت نہ کی ۔ آپ کو اس بیعت کے بارے میں علم نہیں ہوا اس لئے بیعت نہ ہو سکے ۔ بانیٔ سلسلہؒ کی تدفین کے بعد حضرت عبدالستارؒ آستانہ عالیہ توحیدیہ کے برآمدے میں تشریف فرما تھے کہ ان کے ہاتھ پر بیعت کا سلسلہ شروع ہوگیا ۔ آپ نے دیکھا کہ لوگ بیعت ہو رہے ہیں تو آپ بھی بیعت ہو گئے ۔ جب باہر نکلے تو سید عطاء اللہ شاہؒ نے کہا کہ

’’آپ کو کیا جلدی تھی کہ بیعت ہو گئے؟‘‘

اس بات سے آپ کو اندازہ ہوا کہ لوگوں کے دلوں میں حضرت عبدالستارؒ سے کچھ اختلافات ہیں۔حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی وفات کے بعد آپ دو تین مرتبہ آستانہ عالیہ توحیدیہ گئے مگر اس کے بعد جانے کو دل نہیں کیا۔کافی دیر بعد آپ نے محمد قاسم توحیدیؒ کے ساتھ آستانہ عالیہ توحیدیہ جانے کا پروگرام بنایا۔ جب آپ آستانہ عالیہ توحیدیہ پہنچے تو حضرت عبدالستار خانؒ نے آپ کا بھرپور استقبال کیا۔آپ کو آستانہ عالیہ توحیدیہ میں ہونے والا تعمیراتی کام دکھایا گیا، اس سے فراغت پر آئس کریم منگوائی گئی جسے آپ سے تقسیم کرایا گیا۔خوشی خوشی اجازت لی اور آپ کے بقول

''باہر نکلے تو دل جیسے بند ہوگیا ہو اور اس پر مہر لگ گئی ہو، والی کیفیت پیدا ہوگئی۔''

اس واقعہ کے بعد آپ تا حال آستانہ عالیہ توحیدیہ G-92 ماڈل ٹاؤن لاہور نہیں گئے۔آپ اگست ۱۹۸۰ سے قبل اپنے موجودہ گھر کے سامنے ایک کرایہ کے مکان میں رہتے تھے۔ یہ مکان حضرت عبدالستارؒ کے ایک مرید اعظم علی کی ملکیت تھا۔اعظم علی نے آپ سے بارہا کہا کہ حضرت عبدالستارؒ کے پاس جائیں مگر آپ نہیں گئے۔جنوری ۱۹۸۰ میں جب آپ کے والد گرامی کا انتقال ہوا تو حضرت عبدالستارؒ آپ کی رہائش گاہ پر فاتحہ کیلئے تشریف لائے۔ جب حضرت عبدالستارؒ کا وصال ہوا تو آپ کو اس کی خبر ایک عرصہ بعد ہوئی۔بشیر مرزا آپ کے پاس آئے اور بتایا کہ ''حضرت عبدالستارؒ نے اپنے داماد غلام رسول شاہد کو اپنا خلیفہ بنادیا ہے۔''

آپ نے کہا کہ ''وہ تو داماد ہیں انہیں کیسے خلیفہ بنادیا ہے؟''

بشیر مرزا نے کہا کہ ''اسی لئے تو آیا ہوں کہ اکٹھے ہوں۔آپ کو جگہ بتائیں گے کہ کہاں اکٹھے ہونا ہے۔''

ایک مرتبہ انتشار کے دنوں میں عباس انصاری آپ کے پاس دفتر آئے۔انہوں نے حال احوال کے بعد آپ سے کہا کہ ''آپ میرے ساتھ آجائیں۔'' لیکن آپ نے انکار کردیا۔

آپ نے اکتوبر ۱۹۹۱ میں گوجرانوالہ میں ہونے والے مشاورتی اجتماع میں شرکت کی۔جہاں مجازین سلسلہ عالیہ توحیدیہ نے متفقہ طور پر جناب محمد صدیق ڈار توحیدیؒ کو شیخ سلسلہ

عالیہ توحیدیہ کے منصب کی ذمہ داری سونپی اور ان کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ آپ نے بھی مجازین کرام کے دستوری فیصلے کو کماحقہٗ قبول کیا اور شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ جناب محمد صدیق ڈار توحیدیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ جناب محمد صدیق ڈار توحیدیؒ نے آپ کو ۲۰۰۰ میں اپنا مجاز روحانی مقرر کر کے تحریری پروانہ جاری فرمایا۔ آپ سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے پوری سادگی سے وابستہ تھے کہ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ جناب محمد صدیق ڈار توحیدیؒ نے سالانہ کنونشن ۲۰۱۱ کے موقع پر اپنے سالانہ خطبہ کے موقع پر آپ کو اپنی خلافت اور جانشینی کیلئے نامزد فرمایا۔ آپ نے اپنے مرشد جناب محمد صدیق ڈار توحیدیؒ کے فیصلہ پر سرِ تسلیم خم کر دیا۔ جب شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت محمد صدیق ڈار توحیدیؒ ۷ جولائی ۲۰۱۳ بروز اتوار اس دنیا سے پردہ فرما گئے تو آپ نے تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر بعد از نماز مغرب تمام حاضر مریدین سے شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے منصب پر تجدید بیعت لی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو استقامت عطا فرمائے اور سلسلہ عالیہ توحیدیہ کیلئے آپ کے دور کو باعثِ برکت بنائے۔ آمین یارب العالمین!

حضور ﷺ نے فرمایا: میری ساری اُمت ہی جنت میں چلی جائیگی مگر جو خود ہی انکاری ہو، صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا! کون ہے جو جنت میں جانے سے انکاری ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا (یعنی جنت میں جانے سے انکار کیا)　(صحیح البخاری)

احسان کا بدلہ احسان

(پیر خان توحیدی)

اسلام چونکہ ایک آفاقی مذہب ہے یہ اپنے پیروؤں کو اچھے کام کرنے اور برے کاموں سے منع کرنے کا حکم دیتا ہے احسان اچھے کاموں میں ایک ایسا عمل ہے جس کا مفہوم بہت وسیع ہے احسان اسلام کی بلند ترین منزل ہے ۔احسان دراصل اللہ، اس کے رسول ﷺ اور اس کے دین کے ساتھ قلبی لگاؤ، اس کی گہری محبت اس کی سچی وفاداری اور جاں نثاری کا نام ہے۔تقویٰ کا اساسی تصوّر اللہ کا خوف ہے جو انسان کو اس کی ناراضگی سے بچنے پر آمادہ کرتا ہے ۔جبکہ احسان کا اساسی تصوّر اللہ کی محبت ہے جو انسان کو اس کی خوشنودی حاصل کرنے پر اُبھارتا ہے ان دونوں کے فرق کو یوں سمجھئے ۔ایک بادشاہ کے کچھ ملازم ہوتے ہیں جن میں ایک گروہ میں ایسے ملازم ہیں جو نہایت فرض شناسی و تندہی سے وہ تمام خدمات ٹھیک ٹھیک بجا لاتے ہیں جو ان کے سپرد کی گئی ہوں تمام ضابطوں اور قاعدوں کی پوری پوری پابندی کرتے ہوں اور کوئی ایسا کام نہ کرتے ہوں جو بادشاہ کو ناگوار گزرے ۔دوسرا طبقہ ان مخلص وفاداروں اور جان نثاروں کا ہوتا ہے جو دل و جان سے بادشاہ کے خیر خواہ ہوتے ہیں صرف وہی خدمات انجام نہیں دیتے جو ان کے سپرد کی گئی ہوں بلکہ ان کے دل کو ہمیشہ یہ فکر لگی رہتی ہے کہ بادشاہ کے مفادات کو زیادہ سے زیادہ کس طرح ترقی دی جائے ۔اس دھن میں وہ فرض اور مطالبہ سے بڑھ کر کام کرتے ہیں ۔بادشاہ کے ہر حکم پر وہ جان و مال اولاد سب کچھ قربان کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں ان کی دلی خواہش بس یہی ہوتی ہے کہ دنیا میں ہمارے بادشاہ کا بول بالا ہو ۔ان دونوں میں پہلی قسم کے لوگ بادشاہ کے خیر خواہ کہلاتے ہیں جبکہ دسری قسم کے لوگ محسن جو بادشاہ کی اصل طاقت ہوتے ہیں اسی طرح اسلام کی اصل طاقت کا سرچشمہ بھی محسنین کا گروہ ہے۔

ہر وہ کام جس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہو احسان کے زمرہ میں آتا ہے

مثلاً کسی کی مدد کرنا کسی کی خدمت کرنا کسی کو قرض دینا کسی سے خندہ پیشانی سے بات کرنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب باتیں اسی عمل صالح میں شمار ہوتی ہیں اور یہ عمل اپنے قریبی رشتہ داروں سے پھیلتا ہوا معاشرہ کے دوسرے طبقوں تک پہنچ جاتا ہے۔ **سورہ بقرہ** میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "ماں باپ کے ساتھ احسان کرو، قرابت داروں، مسکینوں اور مسافروں کے ساتھ بھی احسان کرو"۔ سب سے پہلے والدین کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا ہے۔ دوسری جگہ سورہ رحمٰن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ " کیا بدلہ ہے احسان کا مگر احسان"۔ یعنی اگر تم پر کوئی احسان کرتا ہے تو تم بھی اس کے بدلے میں اس پر احسان کرو۔

مسلمانوں کے پسندیدہ اخلاق اور بلند اوصاف میں سے یہ بھی ہے کہ وہ احسان اور بھلائی کا بدلہ دیتے ہیں وہ احسان ناشناسی نہیں کرتے بلکہ احسان مانتے ہیں ممنون اور شکر گزار ہوتے ہیں اور رسول اکرم ﷺ کے اس ارشاد پر عمل کرتے ہیں کہ "جب تم کسی کے ساتھ احسان کرو تو اس کے بعد احسان جتلا کر اسے شرمندہ نہ کرو اور نہ ہی اسے ایذاء پہنچاؤ اللہ تو سب کچھ جاننے اور دیکھنے والا ہے۔"

احسان کوئی معاشرتی چاپلوسی یا خوشامد نہیں جس میں مزاجوں اور خواہشوں کی حکمرانی ہوتی ہے جسے لوگ اپنے مصالح اور مفادات کو پیش نظر رکھ کر سرانجام دیتے ہیں یہ تو ایک ایسا عمل ہے جو بغیر کسی لالچ اور طمع کے محض اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا جاتا ہے اور اس کا اجر وثواب بھی اللہ ہی کے پاس ہے اسی لئے علامہ فرماتے ہیں۔

جس کا عمل ہے بے غرض اس کی جزا کچھ اور ہے
حور و خیام سے گزر بادہ و جام سے گزر

لیکن احسان کرنے والا ہر حال میں شکریہ کا مستحق ہے خواہ اس کے ہاتھ پر مصالح اور منافع کا ظہور ہو یا نہ ہو۔ اس کے لئے یہی کافی ہے کہ اس نے احسان اور بھلائی کرنی چاہی اس لئے وہ دل کی گہرائیوں سے شکریہ کا مستحق ہے۔ اسلام نے مسلمانوں میں یہ کردار راسخ کرنے پر

اس قدر زور دیا ہے کہ اس نے لوگوں کے احسان پر ان کا شکر ادا کرنے کو اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ جوڑ دیا ہے اور بندوں میں سب سے زیادہ شکر گزار اس بندے کو قرار دیا ہے جو لوگوں کے احسان پر ان کا شکر گزار رہوتا ہے بلکہ اسلام تو یہ بھی بتاتا ہے کہ جب تک لوگوں کے احسانات اور بھلائیوں کا شکر ادا نہ کیا جائے اللہ تعالیٰ کا شکر مکمل ہی نہیں ہوتا۔ جو شخص اپنی زبان سے شکریہ کے طور پر ایک لفظ بھی ایسا نہ نکالے جس سے احسان کرنے والے کا دل ٹھنڈا ہو اس کی مروت اور شرافت کو تحریک ملے اور خوش خلقی میں اضافہ ہو وہ خواہ اپنی زبان سے کتنا ہی اللہ تعالیٰ کا اسکی نعمتوں کا شکر ادا کرے وہ حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار نہیں ہوسکتا کیونکہ اس نے بندوں کے احسان کا انکار کیا۔ احسان فراموشی کی اور دلوں میں خیر کے چشموں کو خشک کرنے کی کوشش کی۔ لہذا جب بھی کوئی احسان کرے تو اس کا شکر دل کی گہرائیوں سے ادا کرنا چاہیے اور زبان سے بھی دو بول بول کر شکر گزاری کا اظہار کرنا چاہیے۔ احسان کرنے والے کا شکریہ ادا کرنے میں نیک کام کی اشاعت اس پر حوصلہ افزائی اور ترغیب ہوتی ہے ساتھ ہی بندہ حسن سلوک کی قدر کرنے والا اور احسان شناسی کا عادی ہو جاتا ہے جس سے معاشرہ کے افراد میں الفت اور محبت کے رشتے مستحکم ہوتے ہیں اور ان کے دل نیک کام کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں اور یہی وہ چیز ہے جسے اسلام اپنے معاشرہ میں راسخ کرنا چاہتا ہے۔ احسان شناسی ایک باطنی اور قلبی کیفیت کا نام ہے کسی ہستی کے لئے کیے ہوئے احسان اور لطف و کرم کو جاننے اور ماننے کا نام ہے۔ احسان شناسی سے محبت اور ایثار کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ اگر کوئی انسان اس کے برعکس کسی کی مہربانیوں اور دی ہوئی نعمتوں سے آنکھیں بند کر لے یا انکار کر دے تو اسی کا نام ناشکری اور کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں یوں سمجھ لیں کہ احسان شناسی شکر اور ایمان کی نشانی اور احسان فراموشی ناشکری یا کفر کی راہ ہے۔ شیطان جو انسان کا ازلی دشمن ہے اس کا بنیادی ہتھیار ہی یہ ہے کہ وہ آدمی کو نفسانی خواہشات اور مادی لذات میں الجھا کر احسان شناسی اور شکر و ایمان کی راہ سے ہٹا دے۔ اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ احسان کرنے کا جو حکم دیا ہے اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ انہوں

نے تمہیں پالنے پوسنے میں جو مشقت برداشت کی اور نازنخرے اٹھائے ان کا دلی احساس کرو اور ان کے ساتھ شفقت اور رحمت کا سلوک کرو ان کی خدمت کو بوجھ نہ جانو اور نہ ہی اکتاہٹ کا اظہار کرو۔ آخر میں احسان کے ایک سچے واقعہ کا کچھ حصہ جو میں نے ایک ہفتہ روزہ رسالہ "ایشیا" میں پڑھا قارئین کی دلچسپی اور ذوق کے لئے پیش کرتا ہوں۔

یہ واقعہ کویت کے ایک ایسے شخص کا ہے جو خیر خواہی اور نیک اعمال میں مصروف تھا ایک دن اس نے گھر خریدنے کا ارادہ کیا اور جائیداد کی خرید و فروخت کرنے والی ایجنسی کے پاس پہنچ گیا اس نے ایجنسی والوں کو بتایا کہ اسے ایک گھر خریدنا ہے جس کی قیمت اتنی ہو اور وہ گھر اتنا بڑا ہو وغیرہ وغیرہ۔ ایجنسی والوں نے اسے مرحبا کہا اور بتایا کہ ان کے پاس اس کی بتائی ہوئی شرائط کے مطابق ایک گھر بکنے کے لئے موجود ہے اگر آپ چاہیں تو وہ دیکھ سکتے ہیں۔ اگر پسند آئے تو خرید لیجئے۔ اگلے روز وقت مقررہ پر ریئل اسٹیٹ ایجنسی کا ملازم اس نیک شخص کو ایک گھر میں لے گیا تا کہ وہ اس کا معائنہ کر سکے۔ گھر دیکھتے ہوئے اس شخص کی نگاہ اچانک گھر کے ایک کونے میں بیٹھی ایک خاتون پر پڑی جس کے اردگرد چھوٹے چھوٹے بچے تھے اور وہ روتے ہوئے دعا کر رہی تھی اور کہہ رہی تھی ہمیں اس شخص کے خلاف اللہ کافی ہے جو ہمیں زبردستی اس گھر سے نکالنا چاہتا ہے۔ وہ شخص اس گھر سے فوراً باہر آ گیا۔ ایجنسی کا آدمی اس کے پیچھے بھاگا بھاگا آیا اور کہنے لگا ہاں جناب آپ کو گھر پسند آیا! وہ شخص بولا پسند ناپسند کی بات تو بعد میں کریں گے پہلے یہ بتاؤ کہ اس عورت اور اس کے بچوں کی کیا کہانی ہے۔ جناب! اس عورت کا خاوند کچھ عرصہ قبل وفات پا گیا ہے اس کی دو بیویاں تھیں۔ پہلی بیوی کی اولاد بڑی ہے وہ اس گھر کو فروخت کر کے ورثہ تقسیم کرنا چاہتے ہیں جبکہ اس خاتون کے پاس کوئی دوسرا گھر نہیں اب پریشان ہے کہ اگر یہ گھر فروخت ہو گیا تو وہ چھوٹے چھوٹے یتیم بچوں کو لیکر کہاں جائے گی۔ مگر دوسرے ورثا اس گھر کو فوراً

فروخت کرنے پر مصر ہیں ۔اس بھلے آدمی نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور کہنے لگا اس گھر کی قیمت کتنی ہے ؟ ملازم نے قیمت بتائی تو کہنے لگا میں یہ گھر خریدتا ہوں اور کل تمہیں مطلوبہ رقم مل جائے گی تم لوگ اس کی تبدیلی ملکیت کے کاغذات تیار کرو ۔چند دنوں میں یہ گھر اس شخص کی ملکیت میں آ گیا اس نے اس کی قیمت بھی ادا کر دی رقم ورثاء میں تقسیم بھی ہو چکی تھی جبکہ اس خاتون اوراس کے بچوں کو بھی قانون شریعت کے مطابق حصہ مل گیا تھا۔پھر ایک دن یہی شخص جو اس گھر کا نیا مالک تھا اپنے گھر میں داخل ہوا ۔بیوہ عورت نے اس شخص کو دیکھا تو سخت پریشان ہوگئی اسے یقین تھا کہ اب وہ بچوں سمیت اس گھر کو خالی کرنے کا حکم دے گا۔اس عورت کے پاس سوائے رونے اوراللہ سے خیر کی دعائیں مانگنے کے کوئی چارہ نہ تھا وہ شخص اس کے قریب آیا اور کہنے لگا بہن رونے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ۔ یہ کاغذات پکڑو میں نے یہ گھر تمہارے نام منتقل کر دیا ہے اب یہ گھر تمہارا ہے اورتم اس گھر کی بلاشرکت غیرے مالک ہو تمہیں اس گھر سے کوئی نہیں نکال سکتا۔خاتون کو اس نیک انسان کے الفاظ پر یقین نہیں آ رہا تھا لیکن جب اس کو یقین ہوا کہ اس نیک دل انسان کی بات درست ہے تو اس نے روتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا دیا ۔وہ اللہ کا شکرادا کر رہی تھی اوراس شخص کے شکر کے ساتھ ساتھ اس کی عافیت اوراس کے کاروبار مال وجان اوررزق میں فراخی کے لئے دعائیں کئے جا رہی تھی ۔اور کہہ رہی تھی کہ اللہ تمہیں بے حد وحساب اورایسی جگہ سے رزق دے جو تیرے وہم وگماں میں بھی نہ ہو۔ اس شخص کو واقعی اللہ تعالیٰ نے اتنا نوازا کہ وہ کویت کے امیر ترین لوگوں میں شمار ہونے لگا یہ بات تو طے شدہ ہے کہ احسان کا بدلہ احسان ہی ہوتا ہے ۔دعا ہے کہ اللہ رحمٰن ورحیم ہم کو بھی احسان کرنے کی توفیق عطاء فرمائے ۔آمین

بہار ہو کہ خزاں

(مولانا خالد سیف اللہ)

کامیابی اور ناکامی، جیت اور ہار انسان کی زندگی کا ساتھی ہے، اسلام کی نگاہ میں غلبہ اور کامیابی حق ہونے کی اور مغلوبیت اور ظاہری ناکامی کسی بات کے غلط ہونے یا کسی انسان یا جماعت کے ناحق ہونے کی دلیل نہیں، ایسا ہوتا تو کبھی کفر کو اسلام پر ظاہری غلبہ حاصل نہ ہو پاتا، لیکن بسا اوقات اور تو اور خود انبیاء کو شکست کا سامنا کرنا پڑا، بدر کی لڑائی بے سروسامانی کی تھی، اس میں مسلمان کو فتح ہوئی، غزوہ حنین و اُحد میں خود حضور ﷺ موجود تھے، لیکن ایک میں ابتداء اور دوسری میں آخری مرحلہ میں مسلمان شکست سے دوچار ہوئے تاکہ بُرے وقتوں میں بھی اُمت کیلئے نبی کا اُسوہ موجود رہے۔ اصل کامیابی یہ ہے کہ انسان کا ہاتھ حق اور سچائی کیلئے اُٹھے، سچائی کی مدد اصل کامیابی ہے۔ اگر یہ کوشش نتیجہ خیز نہ ہو تب بھی انسان ناکام نہیں اور غلطی میں تعاون بہر صورت ناکامی ہے، گو بظاہر نتیجہ اس کے حق میں ہو جائے۔

اصل میں یہ دونوں گھڑیاں اہلِ ایمان کیلئے امتحان کی ہیں، مومن وہ ہے کہ جب فتح مند ہو اور کامیابی اس کے قدم چومے، تو اس کا سر جھکا ہوا ہو، اس کی زبان پر اللہ کی حمد ہو، اس کی پیشانی اللہ تعالیٰ کے سامنے خم ہونے کو بے قرار ہو جائے، وہ اکڑفوں میں مبتلا نہ ہو جائے، تواضع و نیازمندی اس کے ایک ایک انگ سے نمایاں اور عجز فروتنی اس کے ایک ایک بول سے ظاہر ہو، جن سے اس کا اختلاف رہا ہو، ان کیلئے وہ ریشم کی طرح نرم ہو جائے، فتح مکہ کا موقع ہے، اس سے بڑھ کر آپ ﷺ کے لئے اور آپ ﷺ کے جاں نثاروں کیلئے خوشی کا کیا موقع ہو سکتا ہے؟ جہاں ٹھکرایا گیا، جھٹلایا گیا، ارض وطن چھوڑ کر نکلنے پر مجبور کیا گیا اور سر پر انعام مقرر رہا، آج وہی سرزمین مکہ آپ کے استقبال کیلئے دل کی آنکھیں بچھائے ہوئے ہے اور دس ہزار جاں نثاروں کا لشکر جرار اپنا سر دھڑ آپ ﷺ کے قدموں میں نچھاور کرنے کو تیار ہے۔ یہ موقع ہے پر جوش نعروں

کا دشمنوں پر کم سے کم فقرہ بازیوں اور طعنہ اندازیوں کا، سینہ تناہوا اور سر مارے فخر کے اونچا نہ ہوتو جشن فتح کا کیا لطف آئے ؟ لیکن آج آپ ﷺ پر عبدیت و بندگی کا رنگ ہر دن سے بڑھ کر ہے، اونٹنی پر سوار ہیں، زبان مبارک حمد الٰہی سے تر ہے، تواضع سے سر مبارک جھکا ہوا اور بار بار اونٹنی کی کوہان سے لگ جاتا ہے، مکّہ میں داخل ہوئے تو حضرت اُم ہانی کے گھر کو اپنی میزبانی سے رونق بخشی اور وہیں غسل کر کے نماز شکر ادا فرمائی۔

اگر کبھی ہزیمت ہو، شکست ہو، ظاہری ناکامی سے انسان دوچار ہو، تو اس وقت بھی توازن قائم رکھے، صبر واستقامت کی راہ اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرے، طائف کے واقعہ سے بڑھ کر کوئی تکلیف دہ واقعہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں پیش نہیں آیا، یہ واقعہ آپ ﷺ کیلئے اہل مکہ سے بھی بُرا ثابت ہوا، پتھروں کی بارش نے جسم مبارک کو لہولہان کر دیا تھا، آپ ﷺ اس دُکھ بھری گھڑی میں اللہ سے رجوع ہوئے اور ایسی درد انگیز دُعا فرمائی کہ آج بھی قلب سلیم اس سے لرز اُٹھتا ہے، مگر اس وقت بھی زبان مہربان پر اپنی قوم کیلئے دُعا کے الفاظ ہیں اور خدائے رحمٰن سے کوئی گلہ نہیں؛ بلکہ ایک ایک لفظ سے صبر و رضا ظاہر ہے۔

ایمان انسان کے اندر اللہ کی خشیت پیدا کرتا ہے، جس انسان کے اندر خدا کا خوف اور اس پر یقین پیدا ہوتا ہے وہ پوری دنیا سے بے خوف ہو جاتا ہے، اس لئے کہ وہ یقین رکھتا ہے کہ نفع ونقصان کے فیصلے دنیا میں نہیں آسمان میں ہوتے ہیں، خدا کی مشیت کے بغیر نہ کوئی اسے نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔ ایمان انسان کو بے ضمیری اور اصولوں پر سمجھوتہ سے باز رکھتا ہے، مکی زندگی میں مسلمانوں پر کیا کچھ آزمائشیں نہ آئیں، وہ کن کن ابتلاؤں سے نہیں گزرے ؟ اور ان کو راہ حق سے منحرف کرنے اور کفر و شرک سے سمجھوتہ کرنے کیلئے ترغیب کے کیا کیا وسائل اختیار نہ کیے گئے ؟ مال و زر کے، اعلیٰ عہدوں کے، حکومت واقتدار کے اور حسن و جمال کے، فکر وایمان کی قوت نے کبھی پائے استقامت میں تزلزل نہیں آنے دیا، مسلمان جہاں کہیں بھی رہے، اسکی پیشانی صرف اللہ کے سامنے جھکتی ہے، وہ حالات کے سامنے سپر نہیں ڈال سکتا، وہ مقابلہ کی ہمت

وحوصلہ سے محروم نہیں ہوسکتا، وہ اپنے ضمیر کا سودانہیں کرسکتا، وہ ایمان فروش نہیں اور اس کے دین و ایمان کا سودانہیں کیاجاسکتا۔

"اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہے" یہ احساس اس کو موجوں سے کھیلنے کا حوصلہ بخشتا ہے اور وہ سرد وگرم کو سہتا ہوا اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہتا ہے، ہر حال میں اللہ کی طرف نگاہ ہو، یہی ایک مسلمان کے لئے اصل اُسوہ ہے۔

جب انسان پر بُرا وقت آئے، ایسے حکمران مسلط ہوں یا ایسے لوگ حکمرانی سے قریب پہنچ جائیں جن سے ظلم و جبر اور حق تلفی و ناانصافی کا اندیشہ ہو تو اپنے اعمال پر نگاہ کرنی چاہیے، کیونکہ انسان کے اعمال ہی کے مطابق اس کو احوال بھی پیش آتے ہیں۔ جب نادرشاہ نے دہلی پر حملہ کیا، اور دہلی کو فتح کیا تو ایک بزرگ نے فرمایا کہ ہماری بداعمالیوں نے نادر کی صورت اختیار کر لی ہے، "شامت اعمال ما صورت نادر گرفت۔" اس لئے ایسے حالات دعوت دیتے ہیں کہ ہم اپنی زندگی کا جائزہ لیں اور اپنے حالات پر نظر کریں کہ کہیں ہماری بداعمالیوں نے تو ہمیں یہاں تک پہنچایا ہے، فرقہ بندی، باہمی دل شکستگی، رجوع الی اللہ کی کمی، احکام الٰہی کے ساتھ بے نیازی اور دین سے دوری اور بے تعلقی نے تو ہمیں اس صورت حال سے دوچار نہیں کیا؟

غرض مؤمن کی نگاہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف ہونی چاہیے، نہ فتح مندی اسے مغرور کرے، نہ ظاہری شکست مایوس و پست ہمت۔

بہار ہو کہ خزاں لا الٰہ الّا اللہ

پیر و مرشد کی یاد میں

(عبدالرشید ساھی)

وائے گلشن چیں اجل کیا خوب تھی تیری پسند
پھول وہ توڑا کہ ویران کر دیا سارا چمن

ہمارے ہادی و محسن پیرومرشد قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ مورخہ 07 جولائی 2013 بروز اتوار تہجد کی پرکیف ساعتوں میں اس دارفانی سے دار بقا میں چلے گئے اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی کرم کے صدقہ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔ لواحقین اور روحانی رشتہ داروں کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ یہ صدمہ اللہ کی رضا پر نظر رکھتے ہوئے برداشت کرنے کی توفیق اور ہمت عطاء فرمائے۔ آمین۔

کافی دنوں سے سوچ رہا تھا کہ پیرومرشد کی یاد میں کچھ تحریر کروں مگر ہمت نہیں ہو رہی تھی دل کی کیفیت عجیب تھی، لاکھ صبر کیا دل کو دلاسہ دیا دوستوں عزیزوں نے بھی بہت دلاسہ دیا لیکن صدمہ، صدمہ ہی ہوتا ہے میں ناچیز تو کچھ بھی نہیں خطا کار ہوں آخر انسان کو خدا تعالیٰ نے احساسات عطا فرمائے ہیں جس طرح گرمی یا سردی محسوس کرتا ہے اسی طرح خوشی اور غم بھی محسوس کرتا ہے۔ پیرومرشد کے بچھڑنے کا صدمہ کوئی چھوٹا صدمہ نہیں ہے۔ مرشد روحانی باپ ہوتا ہے مرشد سے عقیدت کے ساتھ محبت کرنا بھی اہل سلوک کا شعار ہے۔ ایک مرتبہ قبلہ پیرومرشد نے فرمایا کہ ماں اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے اسی طرح مرشد اپنے مرید کو خون جگر دیکر پالتا ہے۔ یہ عام بات نہیں ہے یہ محبت اور پیار والوں کی بات ہے یہ عشق والوں کی بات ہے پیرومرشد کی موجودگی میں کچھ یاد نہیں تھا اب ان کے فراق میں ایک ایک لفظ اور ایک ایک فقرہ دل کی وادیوں میں گونج رہا ہے۔ پیرومرشد فرمایا کرتے تھے ساہی صاحب! میں یہاں مرکز پر ایسے ہی نہیں بیٹھا ہوا بلکہ لعل اور جواہر دینے کیلئے بیٹھا ہوں۔ مگر ان کا لینے والا کوئی نہیں آتا

مزید فرماتے ہیں میں مرکز پر سرکاری بندہ ہوں بااختیار ہوں مگر کسی کو سچی طلب ہی نہیں، کسی کو اس نعمت کا ادراک ہی نہیں۔ جب میں دنیا سے چلا جاؤ نگا تو پھر پھولوں کی چادریں چڑھائی جائیں گی اور خوب رونقیں ہونگی۔ فرمایا کرتے تھے جب کوئی اللہ کا بندہ اللہ کی بات سنا رہا ہوتا ہے، بہت کم لوگ دھیان کرتے ہیں جب وہ دنیا سے چلا جاتا ہے تو پھر عرس اور میلے کروائے جاتے ہیں کئی چادریں پیر کی قبر پر ڈال دی جاتی ہیں۔ اگر بتیاں اور موم بتیاں جلائی جاتی ہیں جب وہ طبیب بن کر دلوں کا علاج کرتا ہے، بہت کم خوش نصیب لوگ ہوتے ہیں جو رجوع کرتے ہیں۔

میاں محمد صاحب بھی فرماتے ہیں:

پیر طبیب اسی سب روگی غفلت پردے پائے
اسے دے ہتھ دیئے باہواں جہڑا مرض گوائے

قبلہ ڈار صاحبؒ فرمایا کرتے تھے جو انسان محبتوں کا سفیر ہوتا ہے وہی حق کے قریب ہوتا ہے پیار بھرے راستوں کے مسافر بہت جلد عشق حقیقی کی منزل کو پا لیتے ہیں کیونکہ وہ محبوب کے آداب سے خوب واقف ہوتے ہیں مزید فرمایا کرتے وہ ایک مکمل دیئے کی مانند ہوتے ہیں جس میں بتی اور تیل پہلے سے موجود ہوتا ہے مرشد صرف اس کو آگ دکھاتا ہے تو وہ روشنی دینے لگتے ہیں۔

پیرومرشد ڈار صاحبؒ کی ہستی راہ حق کے سالکوں کے لئے مینار نور کی حیثیت رکھتی تھی آپ فرمایا کرتے تھے کہ انسانی دل بھی بلب کی مانند ہوتا ہے، جس طرح بلب کے اندر سے ہوا ویکیوم کر دی جاتی ہے تو یہ کرنٹ آنے سے روشن ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر دل سے ہوا وحوس کو نکال دیا جائے تو یہ بھی روشنی دینے لگتا ہے۔ اس حقیقت کو میاں محمد صاحب بیان فرماتے ہیں

جے رب دل دیاں اکھاں دیوے اتے ہووے فضل حضوروں
عاشق تائیں نظری آوے کیا نیڑے کیا ڈوروں

قبلہ ڈار صاحبؒ کے ذکر کے ساتھ ساتھ میں مرحوم شفیق خان صاحب کا ذکر بھی کرنا ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ قبلہ ڈار صاحبؒ سے میری ملاقات انہوں نے کروائی ،اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ قبلہ پیرومرشد کے ساتھ ساتھ شفیق خان صاحب کو کروٹ کروٹ جنت میں اعلیٰ ترین مقام عطاء فرمائے۔شفیق خان صاحب کے لئے جب تک زندہ ہوں دعا کرتا رہونگا میں نے ان سے وعدہ بھی کیا تھا،دراصل جب سے خان صاحب نے میری پیرومرشد ڈار صاحبؒ سے ملاقات کروائی اللہ تعالیٰ نے پیرومرشد کی دعا سے نہیں،نگاہ سے میرے دل کی دنیا بدل کرر کھ دی میں آج تک اس واردات کو نہیں سمجھ سکا کتابوں میں پڑھتا رہا،علماء حضرات سے ولیوں کی کرامات میں ایسے تذکرے سنتا رہا مگر جب یہ واردات میرے اپنے ساتھ ہوئی تو یقین کی کیفیت پیدا ہو گئی علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں

کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

پیرومرشد کا سارے مریدین کے ساتھ پیار ہوا ہے مگر میرے ساتھ جو محبت تھی وہ انوکھی محبت تھی جب کافی دن ملاقات کے بغیر گزر جاتے تو قبلہ ڈار صاحبؒ مجھے خود فون کرتے ساہی صاحب میرا دل اداس ہے مجھے آ کر مل جاؤ لیکن ایسے ہوتا کہ میں بھی قبلہ حضورؒ سے ملنے کے لئے جا رہا ہوتا کبھی نندی پور کے قریب اور کبھی پنڈی بائی پاس کے قریب۔

میں اکثر قبلہ حضورؒ سے ملنے وقت بے وقت جاتا اکثر تو آپؒ کے آرام کا وقت ہوتا تو میں دروازہ کھٹکھٹاتا سرکار مسکرا کر فرماتے خیال آپ کو بھی نہیں آتا،وقت ساہی بھی تبدیل نہیں کرتا میں بھی پیار بھرے انداز سے کہہ دیتا قبلہ حضور محبت کے ہاتھوں مجبور ہوں مصروفیت بہت ہے جب بھی وقت ملتا ہے چلا آتا ہوں میری آخری ملاقات بھی پیر و مرشد سے مورخہ 23-06-2013 کو بوقت 12:30 دوپہر کے وقت ہوئی۔23 جون کو صبح میں نے آپ کو فون کیا قبلہ حضور! میں ملاقات کے لئے آنا چاہتا ہوں جواب آیا گرمی بہت زیادہ ہے،

آج نہ آئیں موسم خوشگوار ہوتا ہے تو چلے آنا میں نے ضد کی بابا جان بہت اداس ہوں اس پر اجازت مل گئی جانے کی تیاری کر کے گھر سے نکلا تو ایک مہمان آگیا اس کو ڈیل کرتے دن کے گیارہ کا ٹائم ہو گیا مگر میں پھر بھی چلا گیا 12:30 پر مرکز پہنچا بابا جان کے پاس بیٹھا تھا تو اس وقت گکھڑ سے پیر بھائی یونس صاحب بھی تشریف لے آئے خوب پیار کی باتیں ہوتی رہیں قبلہ پیر ومرشد اکرام انسانیت کی اکثر بات کرتے تھے اس روز بھی گفتگو کا عنوان احترام انسانیت ہی تھا۔ ہمارے سلسلہ کا منشور عالمگیر محبت ہے۔مجھے اکثر بابا جان فرمایا کرتے تھے ساہی صاحب! اگر فقیری مطلوب ہے تو جاؤ کسی سے گالیاں سن کر دعائیں دو،فقیری 5 منٹ میں مل جائے گی۔ کیونکہ یہ انبیاء کا نصاب ہے آپ فرمایا کرتے بلند مقام حاصل کرنے کے لئے بہت بڑے حوصلہ کی ضرورت ہوتی ہے۔جی چاہتا ہے اسی طرح بابا جان کی باتیں لکھتا رہوں مگر جذبات پرنم کر رہے ہیں

قُربِ خداوندی: مومن کا مقصد حیات اور اولیاء اللہ کی طرۂ امتیاز ہے۔یہ عبادت الٰہی کا نتیجہ اور اعمال صالحہ کا ثمرہ ہے۔لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ بندہ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا قرب حاصل ہو جاتا ہے جیسا کہ ایک انسان کو دوسرے انسان کے ساتھ ہوتا ہے۔بلکہ قربِ خداوندی کا مطلب بندے کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ انتہائی درجہ کا رابطہ و تعلق اور محبت کا پیدا ہونا ہے۔جس بندے کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ جس قدر زیادہ محبت ہوگی اس کو اسی قدر قرب خداوندی حاصل ہوگا۔

انار، امراض قلب کا علاج

(ڈاکٹر سید زائر حسین رضوی)

آپ کے پیٹ میں پہنچنے والا انار کا ہر ایک دانہ آپ کے قلب کیلئے شفاء بن جاتا ہے ۔انار موسمی پھل ہے، جو پاکستان میں بکثرت ہوتا ہے ۔بطور تجربہ میں نے انار کے خشک دانے، بیج استعمال کئے ۔میں نے تقریباً ایک مٹھی انار دانہ آدھے لیٹر پانی میں 10 منٹ جوش دے کر اس کا جوشاندہ تیار کیا اور بیجوں کو اچھی طرح نچوڑ کر چھان کر سینے میں درد، یعنی وجع القلب (انجائنا) کے مریضوں کو ایک گلاس پانی ناشتے سے پہلے خالی پیٹ پینے کیلئے کہا اور پھر اس کے حیرت انگیز اثرات ونتائج کا بھی مشاہدہ کیا۔خشک انار دانے کے اس جوشاندے نے جادو کی طرح اپنا کام کر دکھایا، مریضوں نے اپنے سینے میں گھٹن ،تنگی، بوجھل پن اور درد کو اُڑن چھو ہوتے محسوس کیا۔

اس تجربے نے مجھے حوصلہ دیا۔چنانچہ میں نے انار دانے کے جوشاندے کو انجائنا کے علاوہ خون کی رگوں کی تنگی وبندش اور اس کی وجہ سے قلب کو خون کی ناکافی فراہمی کے ان مریضوں کو بھی استعمال کروایا جو قلب کے بائی پاس سرجری کے منتظر تھے۔میں نے انہیں بھی نہار منہ انار دانے کا نیم گرم جوشاندہ پینے کا مشورہ دیا اور ان سب نے قلب میں درد کی تکلیف کے علاوہ قلب کی تمام تکالیف کو غائب ہوتے محسوس کیا۔ایک مریض نے جس کی خون کی رگ بند تھی اس جوشاندے کے بجائے ایک سال تک روزانہ ایک گلاس

تازہ انار کا رس پینے کا تجربہ کیا۔اس کے استعمال سے ایک ہفتے کے اندر تمام علامات دور ہوگئیں ۔اس مریض نے رس استعمال کرنے کا سلسلہ ایک سال تک جاری رکھا۔جس کے نتیجے میں رگوں میں پلاگ (Clot) کے جمع ہونے کا سلسلہ مکمل طور پر بند ہوگیا اور بند رگیں کُھل گئیں، جس کا ثبوت این جیو گرافی سے بھی مل گیا، گویا انار دانے کے نیم گرم جوشاندے یا روزانہ ایک انار کے رس کا نہار منہ استعمال قلب کے مریضوں کے لئے بہت فائدے مند ثابت ہوا۔مگر روزانہ ایک تازہ انار نہار منہ کھانے کے مقابلے میں انار دانے کے جوشاندے کا استعمال زیادہ شفاء بخش ثابت ہوا۔اس سے خون پتلا ہوگیا ۔اور مریضوں کو دل میں درد سے نجات مل گئی ۔اس طرح خون میں ایل ڈی ایل یا مضر قلب کولیسٹرول کی سطح کم ہوکر مفید قلب کولیسٹرول (ایچ ڈی ایل) کی سطح بڑھ گئی ۔امراض قلب کی 50 سے زیادہ اقسام عام ہیں ۔ان میں قلب کی شریانوں کی بندش اور تنگی زیادہ مہلک ثابت ہوتی ہے،جس کے منفی اثرات خواتین اور مردوں پر یکساں پڑتے ہیں ۔بعض ملکوں میں یہ تکلیف دونوں ہی کیلئے مہلک ثابت ہوتی ہے ۔ان ملکوں میں اس مرض کا کوئی علاج نہیں ہے۔ قلب کے کئی مریضوں نے میرے مشورے سے روزانہ ایک گلاس انار دانہ کا جوشاندہ پی کر نہ صرف اپنے قلب کے امراض سے نجات پالی ہے، بلکہ انہیں روزانہ تازہ انار کا رس آدھا گلاس پینے یا ایک پورا انار روزانہ نہار منہ کھانے سے پہلی مرتبہ حقیقی معنوں میں مرض سے افاقہ محسوس ہوا ہے ۔امراض قلب کے علاج میں یہ پھل مؤثر اور مفید ثابت ہوا ہے۔ قلب کیلئے مفید دیگر غذاؤں میں بھی اثرات وخواص موجود ہیں ،جن میں تازہ کشمش،بہی

(ناشپاتی کی شکل کا ایک پھل) امرود، خشک آلو بخارے اور قدرتی سرکہ وغیرہ شامل ہیں۔ اسی طرح گریپ فروٹ کے رس میں شہد ملا کر اور نہار منہ تلسی کے پتوں، کاسنی کے پتوں اور برابر مقدار میں اوریگانو (OREGANO) کے پتوں اور لاہوری نمک کے سفوف کا استعمال (بشرطیکہ مریض بلڈ پریشر سے محفوظ ہو) مفید ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ مریض کا کھانا تلوں کے تیل میں تیار کرنے کو بھی قلب کے امراض کیلئے مؤثر قرار دیا جاتا ہے۔ یہ لکھتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ امراض قلب کا علاج اب صرف سرجری کو قرار دے دیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ ایک نفع بخش کاروبار کی حیثیت اختیار کر گیا ہے، لیکن اس سے ان امراض کا خاتمہ نہ ہوسکا۔ لوگ آپریشن کروا بھی لیں تو اکثر کی زندگی مفلوج ہو کر رہ جاتی ہے، لیکن انار دانے کے استعمال سے صحت قلب یقینی ہو جاتی ہے۔ مریض کا خون پتلا ہو جاتا ہے اور اس میں موجود گٹھلیاں یا لُتھڑے (Colts) گھل جاتے ہیں۔

اس طرح شریانیں کھلی اور لچکدار ہو جاتی ہیں اور خون پوری روانی سے گردش کرنے لگتا ہے اور رگوں کی تنگی کی شکایت ختم ہونے پر مریض بالکل صحت مند افراد جیسی زندگی گزارتا ہے۔ ایک معالج کی حیثیت سے یہ میرے تجربات اور مشاہدات ہیں، جن کا سلسلہ برسوں پر محیط ہے۔ میں پورے یقین کے ساتھ انار دانے کے استعمال کو شافی امراض قلب قرار دیتا ہوں۔ روزانہ ایک انار آپ کو ماہر قلب سے دور رکھتا ہے۔ انار کھائیے اور پھر اس کے حیرت انگیز فوائد حاصل کیجئے۔

سید عاشق حسنین مرتضٰی بخاریؒ سے حضرت عبداللہ درخواستیؒ کا مکالمہ

(راوی: عابد کبیر شاہ۔ شجاع آباد)

سید عاشق حسنین مرتضٰیؒ خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت تھے اور قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کے مجاز بھی تھے انہوں نے بتایا کہ کراچی میں قیام کے دوران 1967 میں ایک مرتبہ ظہر کی نماز پڑھنے کیلئے گئے۔ آپ مسجد کے صحن سے گزر کر وضو کرنے جارہے تھے کہ آواز آئی ''اولڑکے! ادھر آؤ''

آپ نے آواز سنی مگر یہ نہ سمجھا کہ مجھے بلا رہے ہیں۔ دوبارہ آواز آئی ''اولڑکے! ادھر آؤ'' آپ نے مڑ کر دیکھا تو ایک بزرگ نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور اپنی طرف بلایا۔ آپ ان کی طرف آگئے۔ یہ بزرگ مولانا عبداللہ درخواستیؒ تھے جو مسجد میں اپنے مریدین کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ جب بھائی جان عاشق حسنین مرتضٰی شاہ صاحبؒ ان کے پاس پہنچے تو مولانا عبداللہ درخواستیؒ نے وہ آیت پڑھی جس کا مفہوم یہ ہے کہ ''اللہ کے بندے تو وہ ہیں جو بظاہر دنیا کے کام کاج میں مشغول ہوتے ہیں مگر ان کے دل اللہ کی طرف مائل ہوتے ہیں۔'' یہ آیت سن کر بھائی جان سمجھ گئے کہ یہ اہل دل بزرگ ہیں جنہوں نے پاس انفاس کرتے دیکھ کر بلایا ہے۔

مولانا عبداللہ درخواستیؒ مخاطب ہوئے:

''اولڑکے! کیا نام ہے تمہارا''

آپ نے جواب دیا ''عاشق''

مولانا عبداللہ درخواستیؒ نے کہا:

''عاشق کہاں کے رہنے والے ہو؟''

جواب دیا ''ملتان سے تعلق ہے''

گویا ہوئے ''ملتان یا اس سے آگے کہیں رہتے ہو؟''

جواب ملا ''شجاع آباد میں رہتا ہوں''

دوبارہ فرمایا ''شجاع آباد یا اس سے آگے کہیں رہتے ہو۔''

جواب ملا ''چھوٹا سا قصبہ ہے لسوڑی۔ وہاں کا رہنے والا ہوں''

جناب مولانا عبداللہ درخواستیؒ نے اپنے دو چار مریدین کے نام لیے جو لسوڑی کے گردونواح میں رہتے تھے اور پوچھا کہ انہیں جانتے ہو؟ بھائی جان عاشق حسنین مرتضیٰؒ ان میں سے ایک دو کو جانتے تھے۔

دوبارہ مولانا عبداللہ درخواستیؒ نے سوال کیا۔

''عاشق کس کے مرید ہو؟''

جواب ملا ''حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحب کا مرید ہوں۔''

پوچھا ''یہ کہاں کے رہنے والے ہیں؟''

جواب ملا ''لاہور میں رہتے ہیں''

دوبارہ پوچھا کہ ''عاشق تمہیں کتنی دیر ہوئی ہے بیعت ہوئے؟''

جواب ملا ''چھ ماہ''

یہ جواب سننا تھا کہ مولانا عبداللہ درخواستیؒ ایک دم چونکے اور کہا

''چھ ماہ؟؟''

بھائی جان عاشق حسنین مرتضیٰؒ نے جواب دیا: ''جی''۔

جناب مولانا عبداللہ درخواستیؒ صاحب نے اسی وقت آنکھیں بند کیں اور تھوڑی سی دیر مراقبہ کیا پھر آنکھیں کھول کر فرمایا۔

''عاشق! تمہارے مرشد وقت کے سلطان ہیں، ہمارے ہاں مریدین برسوں میں یہ سفر طے کرتے ہیں۔''

اسکے بعد مولانا عبداللہ درخواستیؒ نے پوچھا۔

''عاشق! تمہاری کمر پر یہ ہاتھ کس کا ہے؟''

اس بات کو وہ نہ سمجھ سکے اور پوچھا۔ ''کونسا ہاتھ؟''

مولانا عبداللہ درخواستیؒ نے فرمایا:

''تمہاری کمر پر ہاتھ کا نشان ہے یہ بہت مضبوط ہاتھ ہے۔''

آپ سمجھ گئے کہ مولانا عبداللہ درخواستیؒ کس ہاتھ کے نشان کی بات کر رہے ہیں۔ ایک مرتبہ آپ کو خواب میں رسول اللہ ﷺ کا دیدار ہوا۔ اس موقع پر آپ رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں گر گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے آپ کی کمر پر اپنا دست مبارک رکھا تھا۔

مولانا عبداللہ درخواستیؒ نے اس ہاتھ کے نشان کی بات کی۔

آخر میں مولانا عبداللہ درخواستیؒ نے کہا کہ

''عاشق! ہم تمہیں تحفہ دیتے ہیں''۔

مولانا عبداللہ درخواستیؒ کے پاس تعویذات تھے۔ انہوں نے ایک تعویذ نکالا اور اس کے کافی سارے فضائل بیان کیے۔ فضائل بیان کرنے کے بعد یہ تعویذ بھائی جان عاشق حسنین مرتضیٰؒ کو دے دیا۔ مریدین جو اس موقع پر موجود تھے ان میں سے کئی آوازیں آئیں ''قبلہ حضور! مجھے بھی قبلہ حضور مجھے بھی۔''

مولانا عبداللہ درخواستیؒ نے پانچ چار تعویذات نکالے اور ایک ایک کر کے آگے بڑھے ہوئے ہاتھوں میں تھما دیے۔

اسی طرح دوسرا تعویذ نکالا اور اس کے کافی فضائل بیان کیے اور پہلے تعویذ کی طرح یہ بھی بھائی جان عاشق حسنین مرتضیٰؒ کو دے دیا اور پھر باقی مریدین کو بھی اُسی طرح دیا۔ تیسرے تعویذ کے ساتھ بھی پہلے اور دوسرے تعویذ کا سا معاملہ ہوا۔

ٹھہرتا نہیں کاروانِ وجود

(واصف علی واصفؒ)

اس کائنات میں کوئی وجود ہمیشہ کے لئے ایک جگہ پر موجود نہیں رہ سکتا۔ ہر چیز بدل جاتی ہے۔ ہر لمحہ دوسرے لمحات کو راستہ دے کر رخصت ہو جاتا ہے۔ سانس کی آری ہستی کے سایہ دار درخت کو کاٹتی چلی جاتی ہے اور آخر کار انسان ہر عمل سے بیگانہ ہو کر نامعلوم دنیا کی طرف رخصت ہو جاتا ہے۔ یہ کھیل جاری رہتا ہے۔

کائنات کا ذرہ ذرہ اپنا مقام بدلتا ہے۔ حالتیں بدلتی ہیں۔ حالات بدل جاتے ہیں۔ موسم بدل جاتے ہیں۔ ہر شے میں ہمہ وقت تغیر رونما ہوتا رہتا ہے۔ ہمہ حال تبدیلیوں میں قیام کی خواہش ہی انسانی زندگی کا طرۂ امتیاز ہے۔ انسان جانتا ہے کہ یہاں اس دنیا میں ٹھہرنا ناممکن ہے۔ قیام کا امکان نہیں۔ اس سے پہلے بھی ہزارہا قافلے اس دشتِ بے اماں سے گزرے اور اپنے بعد ویرانیاں چھوڑ گئے۔ انسان جانتا ہے کہ اسے بھی جانا ہے لیکن وہ جانے سے پہلے کوئی کام ایسا کرنا چاہتا ہے، جو اس کے نام سے منسوب رہے۔ وہ مکان بناتا ہے۔ اس میں روشنیاں اور فانوس لگاتا ہے اور کچھ عرصہ کے بعد خود اندھیروں میں کھو جاتا ہے۔

ہمہ حال نئی شان والے پروردگار عالم نے ہر شے میں تغیر پیدا فرما کر حسن بخشا ہے۔ سارا جہاں حسن ہزار رنگ کے ساتھ جلوہ افروز ہے۔ کتابِ فطرت کا ایک ایک ورق رنگ و نور سے مزین ہے۔ زمین خوشبو سے مہکتی ہے، کبھی آسمان اپنی گردشوں میں مست نظر آتا ہے۔ ہر طرف جلوے ہی جلوے ہیں۔ خالق کی قدرت کاملہ کے مظاہر دلفریب اور دلنشین ہیں۔

سورج کو دیکھیں، اپنی آمد سے پہلے ہی جلوہ آرا ہوتا ہے۔ صبح کاذب ہو یا صبح صادق، نور کا پرتو ہے سورج کی روشنی میں تحریک ہے۔ صبح پہلی کرن سے پھول کھلنے شروع ہوتے ہیں۔ سورج نکلتا ہے تو بس زندگی نکلتی ہے۔ ہر ذی جان حمد و ثنائے خالقِ کبریا میں مصروف نظر آتا ہے۔

زندگی اپنا اظہار کرتی ہے۔انسانی آنکھ محوِ نظارہ ہوتی ہے اور پورا منظر نامہ حسن کے لباس میں ملبوس دلکشی کی داستانیں بیان کرتا ہے۔

صبح کی رونقیں دوپہر کے آرام میں سانس لیتی ہیں اور پھر دوپہر، سہ پہر اور شام اور پھر سکوت شام۔سب آوازیں خاموش ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔تلاش میں سرگرداں وجود اپنے آشیانوں میں واپس آ جاتے ہیں اور اس طرح سورج اپنے جلوے بکھیرتا ہوا رخصت ہو جاتا ہے۔

رات چاند ستاروں کے حسن سے آراستہ ہو کر منظر نامے پر طلوع ہوتی ہے۔ایک نئے قسم کا جلوہ نظر آتا ہے۔دل محبت سے معمور ہوتے ہیں۔رات کے مسافر اپنی منزلوں کی طرف رواں ہوتے ہیں۔کاروانِ وجود کسی حالت میں ٹھہرتا نہیں ہے ہمہ حال حرکت، ہمہ حال گردش، ہر لحظہ نیا پن، ہر لمحہ انوکھی داستان۔رات کی محفل روح کی محفل ہے۔دل کی دنیا آباد ہوتی ہے۔ستارے چمکتے ہیں اور انسان کے دل و دماغ میں خیالات روشن ہوتے ہیں۔سورج وجود کی خوراک مہیا کرتا ہے اور رات روح کی خوراک مہیا کرتی ہے۔چاندنی راتوں سے وجد میں آئے ہوئے آہو کلیلیں بھرتے ہیں۔چکور چاند کی طرف لپکتے ہیں اور لپکتے ہی رہتے ہیں۔منزلیں دور رہوں، تب بھی ہمت پست نہیں ہوتی۔حوصلے بلند ہوتے ہیں۔راتوں کا تغیر جاری رہتا ہے۔ہوائیں نیند کے تحفے لاتی ہیں اور انسان کی خدمت میں پیش کرتی ہیں۔

اس کائنات میں کوئی ستارہ، کوئی سیارہ، ہمہ حال ایک حال پر نہیں رہتا۔موسم ایک حال میں نہیں رہتے۔ابھی گرمی تھی، ابھی برسات ہے، زمین خشک تھی اب جل تھل ہے۔خشک سالی کا موسم اور پھر سیلاب کے زمانے، دریا کبھی چاندی کے ایک تار کی طرح اپنے راستوں سے گزرتے ہیں اور کبھی سمندر بن کر کناروں کو اڑا لے جاتے ہیں۔اس کائنات کا مزاج متبدّل ہے۔تغیر ہی اصولِ حیات ہے۔موسموں کو خوئے انقلاب سکھانے والی ذات خود ہی ہمہ رنگ نیرنگ ہے۔سرد ہوائیں چلتی ہیں تو زندگی غاروں اور پناہ گاہوں میں چھپتی ہے۔اولے اور برف باری کے منظر بڑے دلچسپ ہیں۔فطرت کبھی نغمات سناتی ہے اور کبھی فطرت ہنگامے بپا کرتی ہے۔پہاڑ ریزہ

ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں۔ زلزلے آتے ہیں۔ زمین کے اندر مخفی قوتیں اظہار کرتی ہیں اور زلزلوں کی ہیبت سے جہاں کانپ جاتا ہے۔ سکون اس کارخانے میں ناممکن ہے ہر شے تیزی سے بدل رہی ہے۔

عروج و زوال کی داستان ہے یہ زندگی۔ اس میں کوئی حالت ہمیشہ رہ نہیں سکتی، کبھی خوبی اور عمل کے بغیر عزت اور عروج ملتے ہیں، کبھی خامی اور بداعمالی کے بغیر ہی ذلت اور زوال سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ یہ عجیب حالت ہے، زندگی کے مزاج میں قائم رہنا ممکن نہیں اس میں کچھ نہ کچھ ہوتا ہی رہتا ہے۔

انسان ہنستا ہے، خوش ہوتا ہے، وہ اپنی زندگی پر ناز کرتا ہے اور اسی دوران کسی نامعلوم وجہ سے اس کی ہنسی آنسوؤں میں بدل جاتی ہے۔ خوشی رخصت ہو کر غم دے جاتی ہے اور انسان جس حالت پر فخر کرتا ہے اسی حالت پر افسوس کرنے لگتا ہے مبارک دینے والے تعزیت کرنے لگتے ہیں

یہ تغیرات ہیں، ہر آدمی کے سر پر کتبہ گڑا ہے۔ کون کس سے تعزیت کرے اس دنیا میں ٹھہرنے کا مقام ہی نہیں۔ مسلسل تبدیلی مستقل تغیر، ہمہ حال، نیا حال، اس میں کوئی قرار نہیں، کوئی اماں نہیں، انسان کرسی پر بیٹھا بیٹھا بوڑھا ہو جاتا ہے۔ عمل نہ کرے تو بھی عمل جاری رہتا ہے۔
یہ بچپن کل کی بات تھی، گزر گیا۔ کھیل کود کے زمانے گزر گئے۔ کیوں گزر گئے۔ بس یہی قانون ہے ہر حال گزر جاتا ہے۔ ہر جلوہ رخصت ہو جاتا ہے ہر لحظہ بدل جاتا ہے۔ بچپن گیا، جوانی آئی، آئی کہ نہ آئی بہر حال چلی گئی۔ کیسے؟ کیوں؟ بس ایسے ہی آنے والی شے جاتی ہے جوانی اور بڑھاپے میں فرق نہیں رہتا۔ مستقبل کا خیال رہے تو انسان جوان ہے اور اگر صرف ماضی کی یاد ہی باقی ہو تو انسان بوڑھا ہے۔ بوڑھے انسان کے پاس مستقبل کے منصوبے نہیں ہوتے۔ صرف ماضی کی حسرتیں ہوتی ہیں۔

انسان سفر کا آغاز کرتا ہے اس کے پاس کتنے ہی راستے ہوتے ہیں جو راستہ چاہے اختیار کر لے۔ وہ آہستہ آہستہ راستے ترک کرتا جاتا ہے اور پھر ایک صبح اسے محسوس ہوتا ہے کہ اس

کے پاس صرف ایک ہی راستہ رہ گیا ہے۔اب اس کی زندگی لامحدود امکانات سے محدود ممکن میں داخل ہوتی ہے۔ ہر انسان کے ساتھ یہ ہوتا ہے۔کشادہ سڑکیں کم ہوتے ہوتے تنگ گلی تک آ جاتی ہیں اور یہ تنگ گلی ایسی ہے کہ انسان مڑ بھی نہیں سکتا۔واپس نہیں جا سکتا۔بس آزاد انسان مجبور انسان بن کے رہ جاتا ہے۔

پھیلے ہوئے خیالات، پھیلے ہوئے پروگرام، پھیلے ہوئے آسمان سب سمٹ جاتے ہیں۔ہر حال بدل جاتا ہے۔ہر لمحہ نیا لمحہ ہے اور آخر کار قدرتوں والا انسان بے بسی کو تسلیم کر لیتا ہے۔اور موسم بدلتے بدلتے آخری موسم آ جاتا ہے، جس کے بعد کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔یہ آخری باب ہے، زندگی کا۔

یہ کائنات ہر حال میں بدلتی ہے۔بس ایک چکی ہے کہ چل رہی ہے۔پیس رہی ہے زندگی کو اور جنم دے رہی ہے نئی زندگی کو۔رنگ بنتے ہیں اور رنگ مٹتے ہیں۔ایک رنگ جو ہمیشہ قائم رہتا ہے وہ ہے اللہ کا رنگ، اس کا جلوہ، ہر شے تبدیل ہوتے ہوئے مٹتی چلی جاتی ہے۔لیکن اللہ کا رنگ، شان والا اللہ نئی تابانیوں کے ساتھ قائم رہتا ہے۔کائنات بدلتی ہے اور کائنات کو تبدیلیاں عطاء کرنے والا قائم و دائم ہے جوں کا توں۔وہ اپنے جلوں میں باقی رہتا ہے۔اس کے علاوہ ہر تبدیلی، ہر تغیر پیغام فنا ہے، ہر رنگ عارضی ہے۔ہر اختیار بے بسی ہے۔ہر حاصل محرومی ہے۔ہر ہونا نہ ہونا ہے۔ہم سے کوئی ہماری عمر پوچھے تو ہم گزری ہوئی عمر بتا دیتے ہیں جو اپنے پاس نہیں ہے، اس کو شمار کرتے رہتے ہیں۔جو خرچ ہو گیا اسے گنتے رہتے ہیں۔حالانکہ ہماری اصل عمر تو وہ ہے جو باقی ہے۔انسان سمجھتا نہیں تبدیلیوں کے عارضے میں مبتلا انسان اور انسان کی زندگی اور گرد و پیش کی کائنات سب عارضی اور فانی ہے۔یہ قافلہ ٹھہر نہیں سکتا۔ہر ذرہ تڑپ رہا ہے اور مر رہا ہے تغیر کو ضرور ثبات ہے لیکن یہ ثبات بھی متغیر ہے۔اصل ثبات اس کے لئے ہے جو ذات ذوالجلال والاکرام ہے۔باقی سب وہم و خیال کی بدلتی ہوئی محفل ہے۔باقی سب آرائش، جمال کائنات کا حسن ہے، لیکن یہی کائنات کا راز ہے اور یہ راز یوں آشکار ہوتا ہے کہ انسان سمجھ لیتا ہے کہ:

"اوّل و آخر فنا باطن و ظاهر فنا"

اُمت مسلمہ کو آج باطنی اصلاح کی ضرورت ہے

(مرسلہ: محمد قاسم توحیدی۔بشکریہ الحق میڈیا سروس)

الحمدللہ! دین اسلام کی تبلیغ اور اشاعت مختلف صورتوں سے ہورہی ہے اور اُمت کی اصلاح کی جدوجہد اور تدابیریں ہورہی ہیں، جس کے نتیجے میں اللہ کے فضل وکرم سے ظاہری صورتیں مثلاً وضع قطع، لباس، حج، نماز، زکوۃ، روزہ وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کے احکامات زندہ ہورہے ہیں، لیکن اعمال کی روح اور باطنی اصلاح کے بغیر اللہ کا تعلق نصیب نہیں ہوتا اور اسلام کی حقیقت اور قدریں نمایاں نہیں ہوتیں۔اور بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ پورے دین میں داخل ہوجاؤ۔مسلمانوں کی اعانت اور امداد دین کی پختگی سے وابستہ ہے۔آج حال کا امر ہے کہ مسلمان اپنی روحانی قدریں پہچانیں، تاکہ ہمیں روحانی طاقت، قوت نصیب ہوجائے اور ہم دنیا کے فریب میں ایمان کو نہ چھوڑیں۔رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

"اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور کھالوں کو نہیں دیکھتا، بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔"

تو قلب ربّ العالمین کے نظر فرمانے کا مقام ہے، اُس شخص پر تعجب ہے جو اپنے چہرہ کا اہتمام کرتا ہے جو مخلوق کے دیکھنے کی چیز ہے، اس کو دھوتا، گندگیوں اور میل سے صاف کرتا اور حتی الوسع اس کو خوبصورت بنانے کی کوشش کرتا ہے، تاکہ مخلوق کسی عیب پر نہ مطلع ہو اور اپنے اس قلب کا اہتمام نہیں کرتا جو ربّ العالمین کے نظر کرم فرمانے کا مقام ہے، کسی عیب اور بُرائی، گندگی اور آفت کو اس میں نہ دیکھے، بلکہ اس کو تو گندگیوں اور برائیوں میں ڈالے رکھتا ہے، اگر مخلوقات میں سے کوئی اس کو دیکھ لے تو اس سے علیحدہ اور جدائی اختیار کرلے اور اس کو چھوڑ دے۔

قلب ایسا بادشاہ اور رئیس ہے کہ اطاعت اور فرمانبرداری کے قابل ہے اور تمام اعضاء انسانی اسکے تابع اور ماتحت ہیں، لہذا جب متبوع میں صلاحیت پیدا ہوگی تو تابع میں یقینی طور پر ظاہر ہوگی اور جب بادشاہ راہ راست اختیار کریگا تو اس کے رعایا خود راہ راست پر آجائے گی اور

اس چیز کو نبی اکرم ﷺ کا ارشاد بخوبی بیان کر دیتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، جب وہ درست ہو تو سارا بدن درست ہوتا ہے اور وہ خراب ہو تو سارا بدن خراب ہو جاتا ہے، ہوشیار رہو کہ وہ قلب ہے"۔

اگر کوئی چاہتا ہے کہ دل مثل آئینہ ہو جائے دس چیزیں دل سے نکال دے، حرص، امل (اُمید)، غضب، دروغ گوئی (جھوٹ)، غیبت، بخل، حسد، ریاء، کبر، کینہ۔ اور چاہتا ہے کہ قرب الٰہی حاصل ہو تو نو چیزیں اپنے اندر پیدا کرو: صبر، شکر، قناعت، علم، یقین، تفویض، توکل، ورضا اور تسلیم۔"

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ قلب ایک قلعہ ہے اور شیطان دشمن ہے اور وہ چاہتا ہے کہ قلعہ میں داخل ہو کر اس پر قبضہ کر لے۔ دشمن سے قلعہ کی حفاظت تب ہی ہو سکتی ہے کہ اس کے دروازوں کی حفاظت کی جائے اور تمام گزرگاہوں کو بچایا جائے، جو شخص حفاظت کرنا نہ جانتا ہو، وہ حفاظت بھی نہیں کر سکتا، چنانچہ وسواس شیطانی سے دل کی حفاظت کرنا واجب ہے، جب تک شیطانی گزرگاہوں سے واقف نہ ہو تب تک شیطان کو دور نہیں کر سکتا، اس لئے ان گزرگاہوں کا علم حاصل کرنا واجب ہے اور ان دروازوں سے آگاہ ہونا بھی واجب ہے، یہی بندے کی صفات ہیں مثلاً:

۱۔ غضب، شہوت، غضب تو عقل پر جناتی اثر کی طرح ہے۔ جب عقل کمزور ہو تو شیطانی لشکر حملہ آور ہوتا ہے اور جب انسان غصہ کرتا ہے تو شیطان اس کے ذریعہ سے اپنا کھیل کھیلتا ہے، جیسا کہ بچے گیند سے کھیلتے ہیں۔

۲۔ حسد و حرص، ان دونوں کی وجہ سے انسان ہر چیز کا حریص بن جاتا ہے، یہ چیزیں اسے لالچی اور اندھا بنا دیتی ہیں۔ اب شیطان کو موقع ملتا ہے، حرص کے وقت وہ شہوت تک پہنچ جاتا ہے، چاہے کس قدر بُرا اور بے حیائی کا کام ہو۔

۳۔ سیر ہو کر کھانا، اگرچہ حلال اور پاک ہو، اس لئے سیر ہو کر کھانے سے شہوات کو قوت حاصل ہوتی ہے اور یہ شیطان کے ہتھیار ہیں۔

۴۔ مکان، لباس اور سامانِ خانہ کے ساتھ زینت اختیار کرنا، جب انسان کے دل میں اس کا غلبہ

دیکھتا ہے تو اس کو بڑھاتا ہے، وہ ہمیشہ مکان بنانے، اس کی چھتیں، دیوار سجانے اور عمارات کو وسیع کرنے میں لگائے رکھتا ہے، اسکے دل میں یہ بات ڈال دیتا ہے کہ تیری عمر بہت لمبی ہوگی، جب وہ ان کاموں میں گھر گیا تو اب دوبارہ اس کے پاس اسے آنے کی ضرورت نہیں رہتی، اب بعض کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ اسی حالت میں مرجاتے ہیں وہ شیطان کی راہ پر گامزن ہوتے ہیں، خواہشات کے مطیع ہوتے ہیں، اس سے انجام خراب ہونے کا بھی ڈر ہوتا ہے۔

دنیا دارالامتحان ہے، یہ زندگی اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، اس کو ہم اپنی مرضی کے مطابق نہیں گزار سکتے، مگر ہر کام میں دیکھنا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا کیا حکم ہے؟ اور حضور ﷺ کا کیا طریقہ ہے؟ زندگی موت ہے اور موت زندگی کی ابتداء ہے جو اصل اور ابدی ہے، لہذا اس دنیا میں انسان کی ابدی زندگی سنوارنے کیلئے دو طریقے ہیں اوّل دل اور دوسرا جسم۔

دل جسم کا بادشاہ ہے، اگر وہ سنور گیا تو پورا جسم یا کہیے پوری زندگی سنور گئی اور اگر وہ خراب یا فاسد ہوگیا تو پوری زندگی خراب ہو جائے گی۔ دل کا تعلق براہ راست اللہ تعالیٰ سے ہے، دل احساسات کی کائنات ہے، دل مسکن الٰہی ہے۔ انبیاء کرامؑ، اولیاء کرام نے ہمیشہ لوگوں کے دلوں پر محنت کی۔ دل میں اللہ تعالیٰ اپنے سوا کسی غیر کو، محبت کی نسبت، خوف کی نسبت، اُمید اور یقین کی نسبت نہیں دیکھنا چاہتے۔ ایمان دل کی کیفیت کا نام ہے اور جسم سے اس کا اطاعت الٰہی کی صورت میں ظہور ہوتا ہے۔ ایک بزرگ ارشاد فرماتے ہیں: "جس طرح رات دن کا فرق ہے اسی طرح نور وظلمت کا فرق ہے۔ نور حقیقی کے ظاہر ہو جانے کے بعد (یعنی اپنے اعمال آجانے کے بعد) رات اور دن کے فرق کی طرح دین اور دنیا کا فرق معلوم ہوگا۔ دن کی روشنی اعمال میں کامیابی دکھاتی ہے اور صراط مستقیم کا راستہ دکھاتی ہے۔ سورج کی روشنی بغیر محنت آجائے گی، لیکن اعمال دکھانے والی روشنی محنت سے آتی ہے اور جب یہ روشنی نصیب ہوگئی تو پھر مطلوب حاصل ہوگا مومن اس روشنی کے حصول کے بعد منکرات کے قریب نہیں جائیگا، جو کام کرے گا مرضی مولا کی خاطر کرے گا، اگر کسی کو دوست بنائے گا تو اسی کی مرضی مطلوب ہوگی اور اگر کسی کو دشمن سمجھے گا تو بھی اسی کی رضا کیلئے۔"

درس عبرت (خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ)

جہاں میں ہیں عبرت کے ہر سُو نمونے مگر تجھ کو اندھا کیا رنگ و بُو نے
کبھی غور سے بھی یہ دیکھا ہے تو نے جو معمور تھے وہ محل اب ہیں سُونے

جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے، تماشہ نہیں ہے

مِلے خاک میں اہلِ شاں کیسے کیسے مکیں ہو گئے لا مکاں کیسے کیسے
ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے زمیں کھا گئی نوجواں کیسے کیسے

جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے، تماشہ نہیں ہے

اجل نے نہ کسریٰ ہی چھوڑا نہ دارا اسی سے سکندر سا فاتح بھی ہارا
ہر اک لے کے کیا کیا حسرت سدھارا پڑا رہ گیا سب یہیں ٹھاٹھ سارا

جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے، تماشہ نہیں ہے

تجھے پہلے بچپن نے برسوں کھلایا جوانی نے پھر تجھ کو مجنوں بنایا
بڑھاپے نے پھر آ کے کیا کیا ستایا اَجل تیرا کر دے گی بالکل صفایا

جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے، تماشہ نہیں ہے

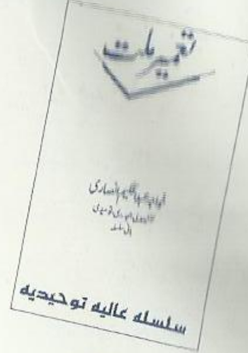
یہی تجھ کو دھن ہے رہوں سب سے بالا ہو زینت نرالی، ہو فیشن نرالا
جیا کرتا ہے کیا یونہی مرنے والا تجھے حسنِ ظاہر نے دھوکے میں ڈالا

جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے، تماشہ نہیں ہے





بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف



قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے انمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔ سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔ زوالِ اُمت میں اُمراء، علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔ تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔

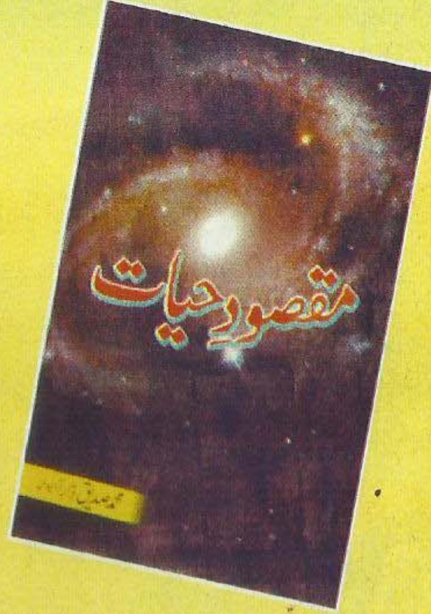


یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کردیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کردیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔



وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔ مصنفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔

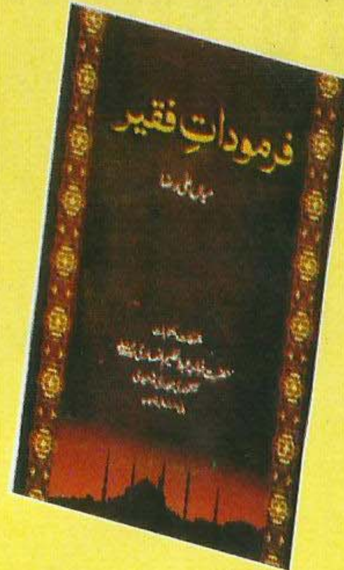
مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات



مقصودِ حیات

مصنّف: محمد صدیق ڈار توحیدی (شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ)

یہ کتاب شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب کے سالانہ خطبات پر مشتمل ہے۔ جو اُنہوں نے سلسلہ توحیدیہ کے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے۔ اِس میں تصوّف کی تعلیمات کو قرآن کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ تصوّف اسلام اور قرآن سے باہر کی کوئی چیز نہیں بلکہ یہ عین قرآن کے احکامات کا نام ہے اور قرآن جس طرح کے بندۂ مومن کی تصویر پیش کرتا ہے وہ بلاشبہ ایک سچے صوفی کا ہی روپ ہے۔ قرآن پاک کے حقیقی پیغام کو آسان پیرائے میں سمجھنے کیلئے یہ کتاب سالکانِ راہ حق کیلئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔



فرموداتِ فقیر

مرتب: میاں علی رضا

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ، خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ اور آپکے دوست اور محسن رسالدار محمد حنیف خانؒ کی سوانح حیات کیساتھ اِس کتاب میں قبلہ انصاری صاحبؒ کی مجالس کا تذکرہ اور اپنے مریدوں کو مختلف اوقات میں لکھے ہوئے خطوط شامل کئے گئے ہیں۔

قبلہ حضرت کی مجالس میں بیان کیے گئے چھوٹے چھوٹے واقعات نہایت سبق آموز اور راہ سلوک کے مسافروں کے علاوہ عام قارئین کیلئے بھی یکساں دلچسپی کا باعث ہیں۔ آپکے لکھے ہوئے جوابی خطوط میں بھائیوں کیلئے دینی و دنیاوی اور روحانی مشکلات کے حل کا سامان موجود ہے۔ نہ صرف اِن کیلئے جن کو یہ خطوط لکھے گئے بلکہ اب بھی ہر پڑھنے والے کیلئے فائدے کا سبب ہیں۔

Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com